



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 16 --- جلد نمبر 2 --- شمارہ نمبر 5 --- مئی 1972ء --- ربیع الاول والاخر 1392ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com



اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محبت لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

2	ملک کے سیاسی مصائب
5	مسئلہ سماع
11	رحلہ علم
17	جہادِ اسلامی میں قلت و کثرت کا فلسفہ
24	اے خدا! ہم تھے کیا، آج کیا ہو گئے؟
26	امام ابن الصلاح اور
31	انتخاب
33	تعارف و تبصرہ کتب

فکر و نظر

ملک کے سیاسی مصائب

صُبَّتْ عَلَى الْإِيَامِ حِرْنٌ لَيَالِيَا

ملک کو جو درپیش سیاسی مصائب ہیں۔ اس لحاظ سے زیادہ آزار دہ ہیں کہ ان کو ہم خود بھی چیلنج نہیں کر سکتے کہ وہ یہاں سے نکل جائیں۔ کیونکہ وہ اس سر زمین میں خود ہماری ہماری دعوت پر آئے ہیں اور ابھی تک ہمارا اپنا اصرار ہے کہ وہ یہاں سے نہ جائیں اور جب تک بھی آپ پوری سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ ان کو جواب نہیں دیں گے، نہیں جائیں گے۔

سب سے بڑی اور اولین مصیبت، سیاسی قیادت ہے۔ یہ نہ صرف اسلامی کیریئر سے عاری ہے بلکہ اس مناسب اور بقدر ضرورت سیاسی سوجھ بوجھ سے بھی تہی دامن ہے، جو کسی ملک کو ایک مملکت کی حیثیت سے رکھنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

اس کے بعد دوسرے نمبر پر ہمارے وہ عوام کا لانعام ہیں جو ملکی مسائل کو اپنے نجی پیمانوں سے ناپتے ہیں اور اپنے شخصی اغراض کے ایماء کے مطابق ”اقتدار کی کھیر“ بانٹتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی افتاد پڑتی ہے، تو ”خود کردہ راعلاج نیست“ کا احساس کرنے کے بجائے پورے ملک کو لاقانونیت اور انتشار کی بھیڑ میں ال کر فنا کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ملک کی انتظامیہ جو ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہے وہ ہماری نااہل سیاسی قیادت اور کوتاہ نظر عوام کی مجموعی برائیوں کا مکروہ ”نامہ اعمال“ ہے اور محض ان دونوں کے ہی دم قدم سے ان کے بازار کی رونق قائم و دائم ہے۔ ان تینوں کے مجموعہ سے ملک کی جو فضا اور سر زمین تیار ہوتی ہے، ان کے اندر بیرونی دشمنوں کے لئے بڑی کشش پائی جاتی ہے۔ اس سازگار فضا میں سانپوں نے جو انڈے دیئے تھے، ان کے سپولے خوب پھلے پھولے ہیں یہاں تک کہ ہزاروں اژدہا پھنکارتے ہوئے آئے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ہماری ملکی سالمیت، سیاسی عافیت، وقار اور مستقبل کو ڈس کر چلتے بنے۔

ہمارا معاشرتی نظام بھی انتہائی کوڑھی ہے۔ اس کے کسی بھی گوشہ میں صحت کے آثار دکھائی نہیں دیتے، اندرون ملک مختلف افراد اور مختلف طبقات میں ایسی بے رحمانہ ”سرد جنگ“ جاری ہے۔ جس نے مملکت کی بنیادیں تک ہلا ڈالی ہیں، خود غرضی، جنسی بے راہ روی، معاشی استحصال، علاقائی منافرت، سیاسی، نسلی اور لسانی رقابت نے ملک کے اندر ایک ایسی غیر یقینی سی کیفیت پیدا کر دی ہے کہ اعتماد کے ساتھ کچھ کرنا یا کہنا محال ہو گیا ہے۔ جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو ایسے وقت خیر و برکت کی توقع کرنا عبث ہوتا ہے۔ یہی وہ موقع ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”اس زندگی سے مر جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔“

فبطن الارض خیر لکم من ظہرها

اگر آپ چاہتے ہیں کہ، کایا پلٹ ہو جائے تو ظاہری مرہم پٹی کے بجائے اس اندرونی کوڑھ کو پہلے دور کیجئے۔ یہاں ظاہری مرہم پٹی سے شفا نہ ہو گی۔ ہمیں تو اندرونی کوڑھ ہی کھائے جا رہا ہے۔ جس سے غفلت ہمیں تیز رفتاری سے فنا کی طرف بھگائے لئے جا رہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس وقت عالمی سیاست، روس، امریکہ اور چین کے گرد گھوم رہی ہے، فی الحال بظاہر روس اپنے دونوں حریفوں پر بھاری ہونے کی کوشش میں مصروف ہے، لیکن ہمارا اندازہ ہے کہ، اس لمبی دوڑ میں روس جس طرح سرپٹ دوڑ رہا ہے بلت جلد تھک ہار جائے گا۔ چین بہت ٹھنڈا مگر سخت گیر ملک ہے، جو بالآخر دنیا پر چھائے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی میعاد ختم ہونے کو ہے۔

اس عالمی سیاست میں، عالم اسلام کافی الحال اتنا ہی حصہ ہے کہ عالمی طاقتوں کا تختہ مشق بنا ہوا ہے اور چھوٹے چھوٹے یونٹوں میں تقسیم ہو کر اپنی ملی وحدت کو کنٹرول کرنے سے عاجز ہو گیا ہے۔ چونکہ ایک عرصہ تک اس کے زیادہ حصہ پر برطانیہ قابض ہو رہا ہے۔ اس لئے اس حصہ میں اس کی معنوی اولاد بھی پائی جاتی ہے اور دروں خانہ جن مصائب کا نزول ہو رہا ہے انہی کی معرفت ہو رہا ہے۔

لندن میں بیٹھ کر نواب بگتی نے، جن اسرار و رموز کا انکشاف کر کے، بھارت + روس کی غلامی کو قبول کر لینے کی جو سفارش کی ہے۔ اس سے اکثر دوست سراسیمہ نظر آتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ ”بگتی یا مجیب“ نہیں ہیں تو پھر

عرفی تو مینڈیشن ز غوغائے رقیباں آواز سگاں کم نکند رزق گدار!

پیپلز، نیپ اور جوئی کی کبڑی جاری ہے۔ ”سانپ سے سانپ لڑے، زہر کس کو چڑھے“ والی بات ہے۔ یہ تینوں ایک دوسرے کو خوب سمجھتی ہیں۔ اس لئے یہ فکر نہیں کہ کوئی کسی کو کھا جائے گی۔ ہاں اندیشہ یہ ہے کہ بھینسوں کی لڑائی میں کھری نہ ٹوٹ جائے۔

یہ بات ہم عوام سے کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ تو بے ہوش ہیں، ان سے کوئی کیا کہے؟ ہاں اگر وہ سنتے ہوں تو ہم تو اس پوزیشن میں نہیں کہ ان سے کچھ عرض کر سکیں۔ البتہ اقبال کی زبان میں اتنا ضرور عرض کریں گے کہ:

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

صوبہ سرحد اور بلوچستان کو مشرقی پاکستان کی راہ پر ڈالنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ پہلے ہی وہ پاکستان کے ساتھ پاکستان پر احسان کر کے چل رہے ہیں اور بالکل یہی ذہنیت مشرقی پاکستان کے لیڈروں کی بھی تھی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بھارت کے سلسلہ میں صدر بھٹو جس قدر وسعتِ ظرف کا مظاہرہ کر رہے ہیں اگر اسی فراخ دلی کا نمونہ ملک کے اندر بھی گوارا کر لیں تو مکمل فضا کو آسانی سے خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔

کاش کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

عبوری آئین کی منظوری اور نفاذ سے جن خطرات کی نشاندہی کی جا رہی تھی۔ بنیادی حقوق کی معطلی کے صدارتی حکم نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اب ملکی فضا مکدر ہونے لگی ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ ابھی دشمن تاک میں ہے۔ یار دوستوں کا کہنا ہے، تو پھر مارشل لاء کیوں اٹھایا؟ بایں ہمہ اگر وہ اٹھ سکتا ہے تو اندرون ملک ہنگامی حالت کی تلوار کا لٹکتے رہنا بھی محب وطن شہریوں کی عزت نفس کے خلاف ہے۔ ہاں اگر ملک میں کسی ”میر جعفر“ کے ابھرنے کا اندیشہ ہے تو یقین کیجئے! اس مصیبت میں پوری قوم آپ کے ساتھ ہوگی، جہاں عوامی طاقت کی پوری حمایت حاصل ہو وہاں اکاد کا شرارت کا ڈر کا ہے کو؟

ملک کی ساری جماعتیں، خود پیپلز پارٹی کے ذہین لوگ بھی بنیادی حقوق کی معطلی کے خلاف جب یک زبان ہیں تو پھر ہنگامی صورت حال کے باقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رکھنے پر اصرار خود پیپلز پارٹی کے مستقبل کے لئے بھی کچھ اچھی فال نہیں ہے۔ خاص کر جمہوری نظام میں یہ ایک بہت بڑی ”گالی“ تصور کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم صدر بھٹو سے درخواست کریں گے کہ اگر ہنگامی صورتِ حال کے خاتمہ کا اعلان کر کے ملی وحدت کو قائم کیا جاسکتا ہے تو یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہے۔

پشاور میں مرکزی وزیر داخلہ اور مرکزی وزیر اطلاعات نے یونیورسٹی میں قدم رنچہ فرما کر تقریر فرمائی مگر ”زن بزن“ کے زیر سایہ نیپ اور جوئی کے نقطہ نظر سے دونوں وزراء کی تشریف آوری اور تقاریر ان کو چھیڑنے اور دھونس جمانے کے لئے کی گئی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ صوبہ سرحد میں حکومت اور نیپ اپنی اپنی سیاسی طاقت کی نمائش کو ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ جس کا نتیجہ شاید ہی کسی کے لئے خوش آئند نکلے۔

مسئلہ سماع

مولانا عزیز زبیدی قسط دوم ترتیب: ادارہ

”محدث“ شمارہ اپریل ۷۲ء میں مولانا عزیز زبیدی صاحب کے مضمون ”سماع“ کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی۔ زیر نظر شمارہ میں اس کی دوسری قسط ہے۔ لیکن اس ضمن میں چونکہ چند اصطلاحات قرآنیہ مثلاً ”لہو الحدیث“، ”سامدون“، ”زور“ اور ”بصوتک“ کا ذکر ضروری تھا (جیسا کہ آپ آگے پڑھیں گے) جن سے کئی ائمہ دین اور مفسرین نے ”سماع“ اور ”غنا“ ہی مراد لیا ہے۔ حالانکہ ”سماع“ اور ”غنا“ کا معنی ان اصطلاحات کے مفہوم میں ان کے عموم کی بنا پر آتا ہے ورنہ درحقیقت ان کے معنی بہت وسیع ہیں۔ اس لئے اس مضمون میں پہلے ان اصطلاحات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور پھر ہواِ قلم اصل موضوع کی طرف موڑا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی تیسری قسط آپ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ انشاء اللہ۔ (ادارہ)

ارشادِ خداوندی ہے:

إِغْلَبُوا أَمَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌّ وَلَهُمْ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (پ ۲۷- الحدید- ع ۳)

”لوگو! جان لو! کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری طمطراق اور آپس میں فخر و مباہات اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال اور اولاد کا خواستگار ہونا ہے۔“

اس آیت میں جینے اور دنیائے زیست کو پر لطف رکھنے کے سامان کو ”دنیوی زندگی کے لہو و لعب“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ”لہو“ ایک خاص اصطلاح ہے جو مختلف معانی میں قرآن و حدیث میں مستعمل ہے۔ یہ تین معانی زیادہ مشہور ہیں:

1. ہر وہ چیز جس سے استفادہ اور مناسب لطف اندوزی حاصل ہو، اس کا تعلق حیوانی زندگی اور دنیائے زیست سے ہے جو صرف اسی قدر جائز ہے کہ انسان خوشی خوشی جئے۔ اس لئے کہ یہ ایک بنیادی ضرورت بھی ہے اور فطری تقاضا بھی، لیکن اس میں افراط و تفریط مذموم ہیں کیونکہ تفریط اگر رہبانیت بن جاتی ہے تو ”افراط“ عیش کہلاتا ہے اور اسلام ان دونوں کو پسند نہیں کرتا۔
2. ایسے امور جو بذاتِ خود مباح ہوں لیکن انسان کو نسبتاً اہم اور ارفع مقاصد کی راہ سے ہٹا دیں تو شرعاً غیر مستحسن سمجھے جاتے ہیں جیسے خطبہ جمعہ کے دوران تجارتی قافلہ کا اعلان سن کر چند صحابہ کے علاوہ سب کا دوڑ پڑنا، جس کا ذکر مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں ہے:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ لِمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِو وَمِنَ التِّجَارَةِ (پ ۲۸- سورۃ الجمعۃ- ع ۲)

”اور اے پیغمبر! (ﷺ) جب یہ لوگ سودا (بکتا) یا کوئی تماشا (ہوتا) دیکھتے ہیں تو آپ کو کھڑا چھوڑ کر اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے بہتر ہے۔“

ظاہر ہے کہ تجارت اور اس سلسلہ میں کوئی ڈھنڈورہ یا اعلان وغیرہ بھی جائز امور میں داخل ہے لیکن چونکہ یہاں تجارت، خطبہ جمعہ جیسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اہم اور ارفع مقصد والی چیز کے راستے میں حائل ہوئی اس لئے یہ جائز بات بھی جائز نہ رہی۔
3. اہم کاموں سے ہٹ کر نامناسب یا غیر مفید اور لایعنی امور میں مشغول ہونے کو بھی ”لہو“ کہتے ہیں۔ یہ شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ ایسی صورت حال مکارم دینیہ اور اخلاق صفات کے مقابلہ میں، ایک محاذ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔
اس کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ پہلی قسم وہ ہے جس سے اسلام کو نقصان پہنچانا مقصود ہو، مثلاً

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا (پ ۶۔ المائدہ۔ ع ۹)

”جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں۔“
اسی طرح

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ (پ ۲۴۔ حم السجدہ۔ ع ۴)

”اور جو منکر حق (وہ ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو۔ جب یہ پڑھا جائے تو تم غل غباڑہ برپا کرو۔ شاید کہ اس طرح سے تم ان (مسلمانوں) پر چھا جاؤ۔“

گویہ سبھی کچھ لہو و لعب کی ایک شکل ہے لیکن اس سے غرض تفریح نہیں کچھ اور ہے اور وہ بالکل ظاہر ہے۔
ب۔ لہو و لعب کی دوسری قسم کی طرف قرآن مجید کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُؤًا (پ ۲۱۔ لقمان۔ ع ۱)

”اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ”لہو الحدیث“ کے خریدار ہیں تاکہ بے سمجھی سے راہ خدا سے بھٹکائیں اور ان آیات (الہیہ) کا مذاق اڑائیں۔“
اس آیت کا مطلب سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے ”لہو الحدیث“ کو زیر بحث لائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

لہو الحدیث:

”لہو الحدیث“ کے دائرہ میں ہر وہ شغل، وقت پاس کرنے کی ہر وہ نشاط انگیزی اور کھیل تماشا کی ہر وہ ادا آجاتی ہے جو اپنی دل فریبی کے ذریعہ سے انسان کے اندر ایسا بے قابو انہماک، استغراق اور تعلق خاطر پیدا کر دیتی ہے جس سے تعلق باللہ غلط طور پر متاثر ہوتا ہے۔
چونکہ ہر زمانہ میں اس باب میں گانوں اور باجوں کو دنیا نے سرفہرست رکھا ہے۔ اس لئے کچھ ائمہ دین نے ”لہو الحدیث“ سے غنایا گانا مراد لیا ہے اور اپنے معنی اور مفہوم کے عموم کی بنا پر ہم بھی ”لہو الحدیث“ کو ”شوخی غنا“ اور ”مصرفانہ سماع“ کی تمام اقسام پر حاوی اور محیط تصور کرتے ہیں۔ تاہم اس میں اس کو محصور نہیں سمجھتے کیونکہ اس طرح آیت کی ہمہ گیری پر زد پڑتی ہے۔

یاد دوسرے الفاظ میں یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ ”لہو الحدیث“ کا معنی ”دل فریب باتیں“ بنتا ہے۔ دل فریب گانے نہیں۔ چنانچہ غنا اور سماع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کو اس کے تحت تو لایا جاسکتا ہے لیکن آیت کی ایسی تعبیر پیش کرنا جس کی بدولت قاری اس سے مراد ”غنا“ اور ”مزامیر“ ہی سمجھے، قرآن حکیم کے حکیمانہ عموم کے لئے غارت گر ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ”غنا“ کا یوں ذکر فرمایا:

الغنا واشباہہ ”یعنی غنا اور اس کے مشابہ دوسرے امور“

حضرت امام بیضاویؒ فرماتے ہیں:

(لہو الحدیث) ما یلہی عما یعنی (سورۃ لقمان)

یعنی ”مقاصد سے جو چیز غافل کرے، اسے لہو الحدیث کہتے ہیں۔“

امام ابن العربیؒ مالکیؒ لکھتے ہیں:

(لہو الحدیث) هو الغناء وما اتصل بہ (احکام قرآن جلد دوم سورہ لقمان)

یعنی ”لہو الحدیث سے غنا اور وہ چیز مراد ہے جو اس سے ملتی جلتی ہو۔“

مندرجہ بالا توضیحات کی روشنی میں اس آیت کے تحت ”مصرفانہ غنا“ اور ”سماع“ کے ساتھ ساتھ ہر وہ کاروبار یا کام بھی آجاتا ہے جو انسان کو یادِ خدا، تلاوتِ قرآن، نماز اور مکارمِ عبدیت سے غافل کر دیتا ہے۔ افسانے، ناول، ثقافتی شو، فلمیں اور غیر محتاط ادبی محفلیں بھی ”لہو الحدیث“ کی ذیلی شاخیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے ملی مزاج اور مقاصد پر بہت ہی برے اثرات ڈالے ہیں۔ اسی طرح ہاکی، کرکٹ، فٹ بال، والی بال، الغرض کھیلوں کا ہر وہ انداز بھی لہو الحدیث میں داخل ہے جو ہمارے نوجوانوں کو ”بندہ مومن“ بننے اور ان کو سنجیدہ زندگی اختیار کرنے میں مدد نہیں دیتا بلکہ ان کو غلط طور پر متاثر کرتا ہے اور جس کی وجہ سے نوجوان اپنی پوری زندگی کو ”بازارِ کھیل“ کی بھیٹ چڑھا دیتے ہیں۔

غنائی موسیقی کو جن اکابر نے ”لہو الحدیث“ کا مصداق بنایا ہے وہ اس لحاظ سے کافی وزنی ہے کہ یہ چیزیں (غنا و موسیقی) خدا فراموش بھی ہیں اور انسان کی بہیمانہ خواہشات اور تحریکات کے لئے محرک بھی، تاہم لہو الحدیث کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین نے ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا ہے جس نے قرآنی ہدایت سے لوگوں کو غافل کرنے کے لئے ایک گانا بجانا کرنے والی لونڈی خریدی تھی جس سے مسحور کر کے وہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرتا تھا۔ لیکن یہ مخصوص شانِ نزول اس آیت کے عموم کو خاص نہیں کرتا، جیسا کہ اصولِ معروف ہے۔

العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب

”یعنی شانِ نزول کی خصوصیت آیت کے عموم کو خاص نہیں کرتی۔“

”سامدون“ پر بحث:

لہو الحدیث کے بعد دوسری اصطلاح ”سامدون“ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعَجُّبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ (پ ۲۷- النجم- ۳۷)

”تو کیا اس بات (ذکر قیامت) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور تم کو رونا نہیں آتا بلکہ تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔“

”سامدون“ کے معنی ”لا ہون“، ”مستکبرون“ اور ”مغنون“ کیے گئے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس سے گانے والے مراد لیے ہیں۔ کیونکہ بعض یمنی قبائل (حمیر) کی لغت میں ”سمود“ غنا کو کہتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے جیسا کہ اس حدیث نبوی سے ظاہر ہے:

فاكتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم ففعلوا (بخاری باب جمع القرآن)

ہمارے نزدیک ”سامدون“ کے اصل معنی ”غافل متکبر“ کے ہیں۔ امام بخاری نے اس کے معنی ”برطمہ“ کیے ہیں۔ نہایت یہ اس کے معنی الانفاخ من الغضب (یعنی غصہ سے پھول جانا) کیے گئے ہیں۔ امام عینی نے اس کے معنی ”اعراض“ کیے ہیں اور یہ سارے معنی دراصل غافل متکبر کی ہی شکلیں ہیں۔

امام بیضاوی نے لا ہون اور مستکبرون (من سمود البعیر فی مسیرہ اذا رفع راسہ النجم) یعنی غافل متکبر کے معنی کیے ہیں جو ”اونٹ کے گردن اٹھا کر تیز چلنے“ کے محاورہ سے ماخوذ ہیں۔ امام راغب نے بھی یہی معنی کیے ہیں۔ چونکہ غنا غفلت شعاروں کا ایک اہم شغل ہے اس لئے مفسرین ”لہو الحدیث“ کی طرح ”سامدون“ کا مصداق بھی اسی غنا کو بتاتے رہے ہیں۔

الزور:

تیسری اصطلاح ”زور“ ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ فِي الزُّورِ کے معنی غنا بھی ”زور“ کے عموم پر کیے گئے ہیں ورنہ ”زور“ باطل اور جھٹ کو کہتے ہیں۔ جلالین میں ہے:

ای الکذب والباطل یعنی جھوٹ اور باطل

بیضاوی میں ہے:

لا یقیمون الشہادۃ الباطلۃ او لا یحاضر وں محاضر الکذب

”یعنی جھوٹی گواہی نہیں دیتے یا یہ کہ جھوٹ کی محفلوں میں شرکت نہیں کرتے۔“

بعض شعراء نے اس کو ”بت“ کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ کیونکہ صنم بھی ایک باطل شے ہے۔

در اصل جن اکابر نے اس کو ”بت“ کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ کیونکہ صنم بھی ایک باطل شے ہے۔ راغب نے لکھا ہے کہ ”زور“ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں اور چونکہ گانے والا بھی سینہ تان کر گاتا ہے اس لئے غنا پر بھی اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ بہر حال غنا بھی اس سے مراد لیا جاسکتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے۔ بلکہ یہ ”زور“ کے عموم کے تحت آتا ہے کیونکہ غنا کو بطور عبادت اہل باطل نے اختیار کیا ہے اور بطور تعیش مسرفین نے۔

بصوتک:

وَاسْتَفْزِزْ مَنْ اسْتَطَاعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ ع ۷)

”اور ان میں سے جس کو تو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکا تارہ۔“

استفزز کے اصل معنی ”ہکا سمجھنے“ کے ہیں، بعض نے اس کے معنی ”جابل سمجھنا“ کیے ہیں۔ امام ابن العربیؒ لکھتے ہیں:

فالجہل تفسیر مجازی والخفة تفسیر حقیقی (احکام القرآن)

یعنی ”جہل والے معنی مجازی ہیں اور ہکا سمجھنے والے معنی حقیقی ہیں۔“

لیکن کچھ مفسرین نے اس کے معنی غنا بھی کیے ہیں اور کچھ نے اس سے مطلقاً **دعوة الى البعصية** بھی مراد لی ہے۔ امام ابن العربیؒ فرماتے ہیں:

”موخر الذکر دونوں معنی مجازی ہیں، حقیقی صرف پہلا یعنی ’خفت‘ ہے۔“ (احکام القرآن)

اور صوت سے مراد اس کی دعوت، تحریکات اور شیطانی آوازیں ہیں۔

”لہو الحدیث“، ”سامدون“، ”زور“ اور ”بصوتک“ سے غنا کے معنی گو مجازی ہیں، تاہم بہت سے مفسرین اور ائمہ دین کے اس پر اصرار سے یہ بات ضرور مترشح ہوتی ہے کہ ان سب کے نزدیک ”غنا“ کے اندر ان سب مفاسد اور برائیوں کا کامل پر تو ضرور ملتا ہے جو مندرجہ بالا اصطلاحات کے ضمن میں آتی ہیں۔ اور موسیقی بہت سے منہائی اور معاصی کا مظہر ہے۔ اس لئے جب بھی کسی ایسی برائی کا ذکر آتا ہے جو غفلت، جھوٹ، باطل اور استکبار پر مبنی ہوتی ہے تو نظام موسیقی کا تصور سب سے پہلے آتا ہے اور یہ سب کچھ بلا وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بے قابو سماع، یہ شوخ غنا اور یہ آوارہ موسیقی آپ کے سامنے ہیں اور اس کی تخلیقات بھی اب ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ اس لئے اگر کوئی اس مسرفانہ نظام سماع کو بیشتر مفاسد اور برائیوں کا خلاق یا ان کا واحد مرکز تصور کرتا ہے تو یہ کچھ زیادہ مبالغہ بھی نہیں ہے۔

عود الی المقصود:

صوفیوں کے معروف سماع اور اہل ہوائے کی موسیقی کے سلسلہ میں جن قرآنی آیات کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے صرف مندرجہ ذیل آیت کو ہم زیادہ واضح اور مصرح محسوس کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ صَلَوتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (پ ۹۔ الانفال۔ ع ۴)

”اور خانہ کعبہ کے پاس تالیاں اور سیٹیاں بجانے کے سوا ان کی نماز ہی کیا تھی؟ تو (اے کافرو!) جیسا تم کفر کرتے رہے ہو۔ اب اس کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔“ علماء نے لکھا ہے کہ:

”جس طرح ہمارے ملک کے ہندو پوجا کے وقت مندروں میں ناچتے اور گاتے بجاتے ہیں۔ اور اسی کے قریب قریب عیسائی گرجوں میں کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں، اسی طرح اہل مکہ تالیاں اور سیٹیاں بجایا کرتے تھے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”عرب کے مشرکین خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے، سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔“ (ابن کثیر)

حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ امر تسری لکھتے ہیں کہ:

صغیرا او تصفیقا لہوا ولعبادۃ وعبادۃ اخری کما یفعلہ کفار الہند

”کبھی لہو و لعب کے طور پر اور کبھی بطور عبادت، جیسا کہ ہندی کفار کیا کرتے ہیں، سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔“ (تفسیر القرآن بکلام

الرحمن۔ انفال)

الغرض غیر اسلامی مذاہب میں موسیقی کو عبادت کے طور پر اختیار کرنے کا جو رواج ہے، وہ محتاج بیان نہیں، یہی حال اس وقت اہل عرب کا بھی تھا۔ اس لئے ہمارے نزدیک صوفیانہ سماع ہو یا غنا، مسرفانہ موسیقی ہو یا رقص و سرور اور ثقافتی محفلیں، سبھی کے سلسلہ میں مندرجہ بالا آیت سے بڑی روشنی ملتی ہے اور جو لوگ ان امور کو عبادت کے طور پر بھی اپناتے ہیں۔ ان کے خلاف تو آیت نے جس انداز سے بھرپور طنز کیا ہے، وہ بالکل قاطع نزاع ہے۔ (باقی آئندہ)

رحلہ علم

ترتیب و اضافہ: ادارہ

قسط نمبر ۲

مولانا ثناء اللہ بلتستانی

قارئین کرام! اسوۂ انبیاء کے ذکر کے سلسلہ میں تین جلیل القدر انبیاء کے رحلات علم کا بیان پڑھ چکے ہیں۔ اب جن اسلاف امت نے اس ورثہ انبیاء کی حفاظت کرتے ہوئے علمی سفر کئے ان میں سے چند ایک کا حال سنئے:

رحلہ صحابہؓ و تابعینؓ:

تحصیل علم کے شوق میں سفر کرنے والے صحابہ میں سے ایک معتد بہ تعداد تو وہ ہے جو دور دراز کے علاقوں سے نبی اکرم ﷺ فداہ ابی و امی کی خدمت میں تلاش حق اور طلب علم کی غرض سے سفر کی مشقتیں سہتے اور دشمنان اسلام کی چیرہ دستیوں کو برداشت کرتے ہوئے سرزمین حجاز میں وارد ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کو راہ حق میں جن مصائب کا سامنا ہوا ان کا بیان احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ لیکن انہوں نے اس سلسلہ میں ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت سے کما حقہ فیض یاب ہوئے۔ اصحاب صفہ کی ایک بڑی تعداد متلاشیان حق اور طالبان علم پر مشتمل تھی۔ جنہوں نے ایک وقت پیٹ پر پتھر باندھے تو دوسرے وقت روکھی سوکھی جمل گئی اس پر گزارا کیا لیکن نبی اکرم ﷺ کا سفر و حضر میں ساتھ نہ چھوڑا اور وہ کچھ حاصل کیا جس کی دوسرے جلیل القدر صحابہ بھی تمنا کرتے رہے۔ پھر ان صحابہ میں ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جو مکہ مکرمہ، اس کے قرب و جوار، مدینہ منورہ اور اس کے حوالی سے ہجرت کر کے مدینۃ الرسول کے ہو رہے اور انہوں نے دن رات کا بیشتر حصہ صرف اسی مقصد کی خاطر وقف کر دیا کہ علوم شریعت سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔ علاوہ ازیں طول طویل سفر کر کے اکیلے یا وفد کی صورت میں دین کی تعلیم کی غرض سے آنے والوں اور علم و عمل سے بہرہ ور ہو کر تبلیغ کی غرض سے واپس اپنے علاقوں میں جانے والوں کی تعداد تو ان گنت ہے، خصوصاً فتح مکہ کے بعد تو تمام عرب سے جوق در جوق آنے والے شائقین علم کا تانتا بندھ گیا۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں عام الوفود کے عنوان سے ان تمام قبائل و وفود کا ذکر کیا ہے جنہوں نے علم کی غرض سے رحلات کیے، جن کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق ستر ۷۰ ہے۔

کتب صحاح میں وفد عبدالقیس کی آمد اور سوالات کا واقعہ معروف ہے۔ اسی طرح کتب احادیث میں بیشتر مقامات پر نام سے یا بغیر نام کے ان صحابہ کا ذکر ہے جو مختلف مسائل پوچھنے یا شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے سرکارِ مدینہ ﷺ کے پاس حاضری دیتے رہے اور خود فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے بھی افزائی علم کا باعث بنتے رہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے عام صحابہ کو کثرت سوال سے منع کر رکھا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی تلاش میں رہتے تھے کہ کوئی بدو یا مسافر آئے اور آکر سرور کائنات سے سوال کرے تاکہ اس طرح سے ہم بھی مستفید ہو جائیں۔ صحاح کی کتاب الایمان میں ضمام بن ثعلبہ انصاری کا قصہ معروف ہے جو معلومات کے حصول کے لئے اپنی قوم کی طرف سے رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ صحابہ کے شوق علم کا یہ حال تھا کہ جو صحابہ دوری یا کثرت مشاغل کی وجہ سے روزانہ آپ کے پاس حاضری نہ دے سکتے وہ آپس میں نوبہ (باری) مقرر کر لیتے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ہمسائے عثمان بن مالک سے طے کیا کہ ایک دن وہ حاضر ہوں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسرے دن عتبان، تاکہ دونوں آپ ﷺ کے روزانہ کے اقوال و افعال سے واقف ہو سکیں۔ بعض لوگ عرصے تک باوجود کوشش کے نبی ﷺ کی ملاقات سے مشرف نہ ہو سکتے تو دوسروں کی معرفت اپنا قبولِ اسلام اور دیگر پیغام آپ تک پہنچاتے۔ ابو موسیٰ اشعرؓ اور طفیل بن عمروؓ دوسری انہی لوگوں میں سے تھے۔ پھر جب انہیں موقع میسر آ جاتا تو بنفس نفیس آن کر مشرف بہ زیارت ہوتے۔

یہ تو تھا مختصر ذکر صحابہ کا نبی ﷺ سے تحصیلِ علم کا، لیکن ان صحابہ اور تابعین کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جو دوسرے صحابہ کی خدمت میں اس غرض سے تشریف لاتے رہے حتیٰ کہ معمولی سے معمولی چیز کے لئے دور دراز کا سفر کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں حضرت جابر بن عبد اللہ کے متعلق روایت کیا ہے کہ انہوں نے صرف ایک حدیث معلوم کرنے کے لئے ایک اونٹ خرید اور مدینہ سے شام تک ایک ماہ کی مسافت طے کی تاکہ حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی سے حدیث قصاص سنیں۔ اس طرح کے بے شمار واقعات کے لئے بطورِ مجال صرف اسی ایک ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

صحابہ حصولِ علم کے لئے سفر کرتے وقت اس چیز کو قطعاً نظر انداز کر دیتے تھے کہ جس کے پاس ہم جا رہے ہیں وہ مرتبہ میں کہیں ہم سے فروتر نہ ہو۔ بلا امتیاز بڑی عمر کے صحابہ کبھی اپنے ہم عمر اور کبھی اپنے سے صغیر السن سے اخذ و روایت کرتے۔ اسی طرح قدیم الاسلام جدید الاسلام سے بھی تعلیم حاصل کرتا اور اس میں کوئی باک محسوس نہ کرتا۔ سنن الدارمی میں حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کا حذیفہ بن الیمان سے استفادہ ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت عبد الرحمن بن عوف اور ان کے ساتھیوں کا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے معلومات حاصل کرنا معروف ہے جس کی روایت امام بخاریؒ نے بھی کی ہے۔ چھوٹے صحابہ کا بڑوں سے یا جدید الاسلام کا قدیم الاسلام سے روایت کرنا تو بہت ہے جیسا کہ امام بخاریؒ ہی نے اپنی جامع میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا حضرت عمرؓ سے اخذِ علم ذکر کیا ہے۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد جس طرح صحابہ کی ایک بڑی جماعت تبلیغِ دین کے لئے اقطار و جوانب میں پھیل گئی اور اس کام کو انہوں نے اتنی اہمیت دی کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اعمالِ حسنہ کے اجر و ثواب کو بھی نظر انداز کر دیا۔ اسی طرح تابعین گروہ در گروہ صحابہ کی مجالسِ علمیہ میں شرکت کے لئے ان کے پاس پہنچنے لگے۔ کوئی مکہ سے اٹھ کر مدینہ جا رہا ہے تو دوسرا مدینہ سے چل کر مکہ آ رہا ہے۔ کوئی حرین سے کوفہ و بصرہ کا رخ کر رہا ہے تو دوسرا عراق سے حجاز کے لئے رختِ سفر باندھے ہوئے ہے۔ اسی تحصیلِ علم کے شوق میں اگر کچھ لوگ شام، افریقہ، خراسان، جبال، آذر، بائجان سے آرہے ہیں تو دوسرے تبلیغِ دین کے لئے ان علاقوں کا رخ کر رہے ہیں۔ گویا آفاقِ عالم میں علم کے چشمے جاری ہو گئے اور پیاسے سفر کی کلفتوں اور دیار کی الفتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے تشنگی بجھانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس دورِ تابعین میں عالمِ اسلام کے طول و عرض میں وہ لہر پھر لگی کہ ہر ایک دیوانہ وار اس کی طرف چلا آیا۔ حتیٰ کہ سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک ایک حدیث کے لئے طولِ طویل پیادہ پا سفر کیے۔ صحابہ کرام اور بڑے بڑے تابعین نے طالبانِ علم سے نہ تو کسی قسم کا بخل علمی روا رکھا اور نہ ہی ان کی خدمت اور خیر خواہی میں کوئی کمی روا رکھی۔ انہوں نے نبی ﷺ کی اس نصیحت کی خوب حفاظت کی **استوصوا بہم الخیر** یعنی طلبِ علم کے لئے آنے والوں کے بارے میں میری طرف سے بھلائی کی وصیت پہلے باندھ لو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رحلہ محدثین و مفسرین:

اگرچہ حدیث قرآن کی ہی تفسیر کا نام ہے۔ کیونکہ اس بات سے کوئی صاحبِ فہم و بصیرت مسلمان انکار نہیں کر سکتا کہ کتاب اللہ کی ہی عملی تعبیر اور اسی کا کامل و مثالی نمونہ سنتِ رسول ﷺ ہے اور جس طرح کتاب اللہ کی قراءۃ و تلاوۃ کے اعتبار سے اسے قرآن کہتے ہیں اسی طرح سنت (طریقہ نبوی ﷺ) کی روایت کے لحاظ سے اسے حدیث کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ الگ الگ فنی حیثیت سے ہمارا موضوع امتیازِ تفسیر و حدیث دورِ صحابہؓ اور تابعینؓ میں نہ تھا، اسی لیے اس وقت ”مفسر“ اور ”محدث“ کی معروف اصطلاح بھی عام نہ تھی۔ بعد کے ادوار میں جب علوم و فنون کی علیحدہ علیحدہ مستقل تدوین ہوئی تو اس وقت کے علماء کی ان کے اپنے اپنے کام کے مطابق حیثیت ممتاز ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے مفسرین اور محدثین کے رحلات کو صحابہ اور تابعین سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

یوں تو قرونِ اولیٰ میں اتباعِ تابعین اور ان کے قریب العصر علماء میں زیادہ تر جامع العلم شخصیات کا ہی وجود ملتا ہے کیونکہ ان دنوں شریعت کی واقفیت اور اس کے لئے جملہ ضروری علوم کے حصول کی طرف رجحان زیادہ تھا تاہم نئے نئے در آمدہ علوم اور کئی مکاتب فکر پیدا ہو جانے کے سبب سے جہاں علوم میں وسعت پیدا ہوئی وہاں علم و کام میں بھی تخصص کا میلان پیدا ہوا۔ یہ سلسلہ اگرچہ تابعین کے دور میں ہی شروع ہو گیا تھا جبکہ اہل الحدیث اور اہل الرائے دو مکتب فکر وجود میں آئے لیکن اس وقت یہ صرف اندازِ نظر تک محدود تھا، کسی کا رجحان زیادہ تلاشِ سنت اور روایت حدیث کی طرف تھا اور کسی کا اجتہاد و استنباط کی طرف۔ مگر بعد ازاں جس طرح اسی اختلافِ فکر نے محدثین اور فقہاء کو الگ الگ حیثیت دے دی اسی طرح فنی طور پر مفسرین اور محدثین کے الگ الگ گروہ وجود میں آئے۔ ورنہ دورِ صحابہ اور تابعین بلکہ اتباعِ تابعین (خیر القرون) میں کسی عالم ربانی کے لئے قرآن، حدیث اور فقہ تینوں کی مہارت ضروری تھی۔ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کے بغیر کسی کو ماہر شریعت نہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس دور کے علماء ان سہ گانہ علوم کے علاوہ تاریخ و ادب میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے۔

اس ساری بحث سے میرا مقصود یہ ہے کہ میں ان کے امتیازی کاموں کے لحاظ سے الگ الگ ان کے رحلاتِ علم کا بیان تو کروں گا لیکن درحقیقت محدثین کے علمی سفروں کے تحت تقریباً سبھی گروہ آجاتے ہیں جن میں مؤرخین، ادباء، شعراء اور صوفیاء تک شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مضمون کے شروع میں میں نے رحلہ علم کو صرف محدثین کی اصطلاح کا نام دیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اپنے تقدس اور تبرک کے لئے رحلہ علم اسی گروہ قدسی کا رہین منت ہے ورنہ خالی سفر کوئی دینی امر نہیں، بلکہ سمندروں دریاؤں کے بے ضرورت سفر سے تو سرورِ کائنات ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اب محدثین و مفسرین کے چند ایک رحلاتِ علم کی طرف آئیے:

مقدمۃ الجرح والتعديل میں امام ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن مبارک کی علم دوستی اور پرہیز گاری کے دو سفری واقعات ذکر کیے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمن شیروانی نے ”علمائے سلف و نابینا علماء“ میں امام دارمی کا طلبِ حدیث کے لئے حرین شریفین، خراسان، عراق، شام اور مصر کا سفر کرنا بیان کیا ہے۔ مولانا عبد السلام مبارک پوری نے اپنی تصنیف ”سیرۃ البخاری“ میں امام بخاریؒ کے علمی سفروں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے انہی سفروں کا یہ اثر تھا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ کی حدیث دانی اور قوتِ حافظہ کو دیکھ کر علماء فرمایا کرتے تے:

انما هو اية من آيات الله تمشی على وجه الارض ما خلق الا للحدیث

یعنی بخاری اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جو چلتی پھرتی نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے حدیث ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔“

انہی کے نام سے بخاری کی شہرت کو چار چاند لگے۔ کسی نے کہا ہے

سکہ کہ در یثرب و بطحاز دند

نوبت آخر بخارا زدند

اسی بخارا کی علمی شہرت نے بعد ازاں بو علی سینا جیسے فلسفیوں کو متعارف کرایا جسے طب و منطق کا معلم ثانی کہا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے چودہ برس کی عمر ہی میں علم کے لئے سیاحت شروع کر دی تھی اور بخارا سے لے کر مصر تک سارے ممالک اس امام عالی مقام کی سفری فہرست میں داخل ہیں۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ”میں چار دفعہ بصرہ گیا اور علم نہیں کہ کوفہ و بغداد کے کتنی بار چکر لگائے۔“ جہاں امام احمد بن حنبل اور محمد بن عیسیٰ صباغ جیسے یکتا زمانہ سے کسب فیض کیا۔ تلاش علم میں عرصہ تک شام و مصر اور جزیرہ، خراسان، میں مرد، بلخ، ہرات، جبال اور نیشاپور کی چھان مارتے رہے حتیٰ کہ مدینہ منورہ آن کر اپنی معرکہ الآراء تصنیف ”الجامع الصحیح“ تیار کی۔ سفری مشقتوں کا یہ عالم تھا کہ دوران سفر دوسری دفعہ ناپینا ہو گئے پھر کسی طبیب کے مشورہ سے خطمی اور مصبر کا استعمال کیا تو بینائی لوٹ آئی۔ بچپن میں بھی ایک دفعہ آپ کی بینائی جاتی رہی تھی لیکن عابدہ صالحہ ماں کی دعا سے درست ہو گئی تھی۔ اب کی مرتبہ برکت حدیث کی بدولت نہ صرف درست ہوئی بلکہ اتنی تیز ہو گئی کہ چاندنی راتوں میں تاریخ کبیر کا مسودہ تیار کرتے رہے۔ امام موصوف کی وفات بھی دوران سفر ہوئی۔

امام نسویؒ نے تیس برس سفر میں بسر کئے، شیخ الاسلام بقی بن مخلدؒ نے دور دراز کے سفر کر کے ۲۸۰ شیوخ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے پسا گیا ہوں، پیادہ پا گیا ہوں۔ محدث اندلس (سپین) ابن جیونؒ نے اخذ علم کے لئے عراق، حجاز اور یمن تک کا سفر کیا۔ اس سفر سے ظاہر ہے کہ انہوں نے بحر و بر کو پانا ہو گا۔ ابن المقرئ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ”ابن فضالہ“ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا۔ جس نسخہ کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نانوائی کو دیا جائے تو اس کے بدلے میں وہ ایک روٹی بھی دینا گوارا نہ کرے گا۔ علاوہ ازیں امام موصوف نے چار مرتبہ مشرق اور مغرب (افریقہ و سپین) کا سفر کیا اور دس دفعہ بیت المقدس گئے۔

حافظ ابن مفرحؒ نے سعید بن اعرابیؒ سے حدیث کی سماعت مکہ مکرمہ میں کی، ابن راشدؒ سے دمشق میں، قاسم بن اصنعؒ سے قرطبہ میں ابن سلیمان سے طرابلس میں، محمد سے مصر میں اور دیگر مشائخ سے جدہ، حناء اور بیت المقدس میں، یہ مقامات اگر نقشے میں دیکھیں تو تین براعظموں میں بکھرے ہوئے ملیں گے۔

حافظ الحدیث ابن طاہر مقدسی نے چمنستانِ محمدی کے سدا بہار پھولوں کو حاصل کرنے اور گوہر آبدار کی جستجو و تلاش میں جتنے سفر کیے ہیں، سب پیادہ پا کیے ہیں اور نہ صرف سواری سے مستغنی رہے بلکہ کتابوں کا بوجھ بھی اپنے سر پر رکھتے۔ یہ بامشقت پیدل سفر کبھی کبھی یہ رنگ لاتا کہ پیشاب میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خون آنے لگتا۔ اسی جھانکشی سے جو حافظ مدوح نے کی، اس میں حسب ذیل مقامات مجملہ اور مقاموں کے یہ تھے۔

”بغداد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، تنیس (واقع بحیرہ روم) دمشق، حلب، جزیرہ، اصفہان، نیشاپور، ہرات، رملہ، لوقان، مدینہ طیبہ، نہاوند، ہمدان، واسط، سادہ، اسد آباد، اسفرائن، آمل، اہواز، بطام، خسرو جرو، جرجان، آمد، استر آباد، بوسنج، بصرہ، دینور، ری، سرخس، شیراز، قزوین، کوفہ۔“

حافظ ابو عبد اللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقاماتِ رحلہ کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا تو وہ طوس، ہرات، بلخ بخارا، سمر قند، کرمان، نیشاپور، جرجان، غرض اسی طرح نام لیتے گئے یہاں تک کہ ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔

امام عزالدین مقدسی چودہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے واسطے بغداد پہنچے۔

حافظ ابو الخطاب نے تحصیل علم کی خاطر اول تمام ملکِ سین میں سفر کیا۔ پھر وہاں سے فارغ ہو کر مراکش (مراکو) آئے۔ مراکش اور دوسرے ممالک جش کی سیاحت کے بعد مصر پہنچے اور مصر کے بعد شام، عراق، عرب، عراق عجم اور خراسان کا سفر کیا اور اس طرح تین براعظم ان کے ملک پیا قدموں کے نیچے سے گزرے۔

امام جرح و تعدیل ابو ذرہ کہتے ہیں کہ:

”میں دوسری بار اپنے وطن رے سے ۲۲۷ھ میں نکلا اور ۲۳۲ھ کی ابتداء میں واپس آیا۔ میں نے اپنے سفر کا آغاز حج سے کیا۔ پھر مصر گیا۔ وہاں پندرہ ماہ ٹھہرا۔ مصر جا کر شروع شروع میں میرا خیال ہوا کہ یہاں میں تھوڑی دیر ٹھہروں گا۔ لیکن جب میں نے وہاں علم کی بہتات دیکھی تو وہیں جا کر اس کا بھی میرے ذہن میں خیال پیدا ہو گیا۔ اس کے لئے میں نے اپنے دو قیمتی کپڑے بیچے تو ان سے ساٹھ درہم وصول ہوئے۔ میں نے ایک شافعی عالم کو امام شافعی کی کتابیں لکھنے کے لئے کہا اور اسی درہم میں بات طے ہو گئی۔ دس درہم کا میں نے اسے کاغذ خرید دیا جس پر اس نے امام شافعی کی کئی کتابیں لکھ دیں۔ پھر میں جزیرہ چلا گیا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرا۔ پھر ۲۳۰ھ کے آخر میں بغداد واپس آگیا۔ پھر کوفہ آیا۔ وہاں سے بصرہ گیا اور امام شیبان اور عبد اللہ علی سے علم حاصل کیا۔ ادھر محمد بن عوف کہتے ہیں کہ ہم نے ۲۳۰ھ میں انہیں حمص میں دیکھا۔ تیسری دفعہ جب میں نکلا تو شام، عراق اور مصر میں پورے ساڑھے چار سال تک تحصیل علم کی اور ایسا مصروف ہوا کہ مجھے یاد نہیں کہ کبھی اپنے ہاتھ سے ہنیا رکھی ہو۔“

ابو حاتم کہتے ہیں:

”پہلی دفعہ جب میں طلبِ حدیث کے لئے نکلا تو سات برس تک علم حاصل کرتا رہا۔ اس دوران میں نے جو پیدل سفر کیا۔ وہ ایک ہزار فرسخ (تین ہزار کوس سے زائد) ہے۔ کیونکہ اتنی مقدار تک تو میں گنتا رہا اور پھر اس کے بعد گنتا چھوڑ دیا۔ کوئی یاد نہیں کہ بغداد سے کوفہ اور کوفہ سے بغداد کے بار گیا۔ اسی طرح مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ اور مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کا کافی بار سفر کیا۔ بحرین کے علاقے صلا سے پیدل مصر گیا۔ مصر سے پیدل رملہ گیا۔ رملہ سے پیدل بیت المقدس اور پھر رملہ سے عسقلان کا سفر کیا اور پھر رملہ سے ہی طبریہ گیا اور طبریہ سے دمشق اور دمشق سے حمص، حمص سے انطاکیہ، انطاکیہ سے طرسوس اور پھر طرسوس سے دوبارہ حمص گیا کیونکہ ابھی چند احادیث ابوالیمان کی رہ گئی تھیں۔ پھر حمص سے بیسان اور بیسان سے رقعہ، رقعہ سے دریائے فرات میں کشتی پر وار ہوا اور بغداد پہنچا اور شام جانے سے پہلے میں واسط سے نیل اور نیل سے کوفہ گیا اور یہ تمام کچھ میری پہلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سفر کی داستان ہے۔ میری اس وقت ۲۰ برس عمر تھی اور سات برس تک حصولِ علم کے لئے پھرتا رہا (از ۲۱۳ تا ۲۲۱) اور جب دوسری مرتبہ نکلا تو تین برس تک علم حاصل کیا۔

میں نے پہلا حج ۲۱۵ء میں، دوسرا ۲۳۱ھ میں تیسرا ۲۴۲ھ میں اور چوتھا ۲۵۵ھ میں کیا۔ آخری بار میرا بیٹا عبدالرحمن بھی ہمراہ تھا۔“
نوٹ: غالباً یہ عبدالرحمن وہی لڑکا ہے جو اپنے والد کے اس قصہ کو جرح و تعدیل کے مقدمہ میں والد کی زبانی بیان کر رہا ہے۔ (باقی آئندہ)

جہادِ اسلامی میں قلت و کثرت کا فلسفہ

مولانا عبد الغفار اثر (ایم۔ اے)

مولانا عبد السلام کیلانی

دسمبر ۷ء میں سقوطِ ڈھاکہ کا المیہ وقوع پذیر ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان جیسی عظیم، فاتحِ شرق و غرب اور توحید پرست قوم کے لئے یہ واقعہ ہائلہ، حادثہ جانکاہ ہے۔ لیکن جب کوئی اس کے حقیقی اسباب و علل پر غور کریگا تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ درحقیقت کسی مسلمان کی شکست نہیں بلکہ یہ اسلام دشمن اور کفر پرست طاقتوں کی نئی اور پرانی چالوں پھر دین فروشوں، ملت کے غداروں اور طاغوتی ایجنٹوں کی سازشوں کا نتیجہ ہے جن کی ملی جھگت سے آج مسلمان جہاں دنیاوی جاہ و جلال اور مادی طاقت سے محروم ہو چکا ہے۔ وہاں روز بروز دینی اور روحانی اقدار سے بھی تہی دامن ہو رہا ہے۔ ماضی میں جو اسباب سقوطِ بغداد کا باعث ہوئے اور جس طرح اپنوں ہی کی ضمیر فروش اور غداری غیر منقسم ہندوستان میں بھی سلطان ٹیپو اور سید اسماعیل شہید جیسے اولو العزم بہادروں اور صاحبِ ایمان مجاہدوں کی مادی شکست پر منبج ہوئی۔ وہی ہماری ذلت و خواری کا موجب بنی، دُور کیا جائے اُحد و حنین کے کفر و اسلام کے معرکوں میں محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کی اسلامی لشکروں میں بنفس نفیس موجودگی کے باوجود چند مسلمان ساتھیوں کی ایمان و توحید کے منافی غلطیوں کا خمیازہ پورے لشکروں کو بھگتا پڑا تو ہماری نام کی مسلمانی اور بے روح اسلامیت کب تک ہمارے لئے کامرانی و فائز المرام کی ضمانت دے سکتی تھی؟ ۱۹۶۵ء میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلام کی لاج رکھ لی تھی لیکن اس کے بعد تو ہم نے اس نام کے خلاف بھی نعرے لگائے اور برسرِ عام قرآن کی بے حرمتی کی اور مجموعی طور پر ہماری بدکرداریوں، بد اعمالیوں کو مزید فروغ حاصل ہوا اور ہم نے اپنے ہی ہاتھوں اخلاق و ایمان کا جنازہ اٹھا کر انفرادی و اجتماعی بے راہ روی اختیار کر لی اور توحید و رسالت کو جدت اور ترقی میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے اس کی رہی سہی اہمیت بھی ختم کر دی حتیٰ کہ عین حالتِ جنگ میں اگر نعرے بھی لگے تو واحدِ قہار کے ساتھ ان بزرگوں اور اولیاء اللہ کے جو بزعمِ خویش ۶۵ء کی جنگ میں ہمیں فتح سے ہمکنار کر گئے تھے۔ (العیاذ باللہ)

مغربی پاکستان ہمارے ایمان و عمل کا اب صرف ایک آخری امتحان باقی رہ گیا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اب بھی فتح و نصرت کے وعدہ ایمانی کا احساس کرتے ہوئے اپنی حالتِ زار کو درست کر لیں اور گزشتہ لغزشوں سے معافی مانگیں۔ وعدہ ربانی اب بھی قرآنی صفحات کی زینت ہے۔ (وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) قلت و کثرت کی بجائے ہمیشہ سے مسلمان قوم کی فتح و عظمت کا یہی راز رہا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسلامی تاریخ کے معرکہ ہائے حق و باطل کے اجمالی ذکر سے کامیابی کے اسی فلسفہ کا اثبات مقصود ہے۔ (ادارہ)

پاک بھارت جنگ ۷ء کے روحِ فرسا اور جگرِ فگار نتائج کے بعد افواج کی کثرت، و قلت کا مسئلہ بعض مسلمانوں کے طبائع میں خلجان پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ یہ چیز بھی شیطانی وساوس میں سے ایک ہے۔ کیونکہ جنگ میں فتح و کامرانی کا انحصار کبھی بھی افواج کی قلت و کثرت پر نہیں رہا، قرآنِ مجید شاہد ہے:

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة: ۲۴۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”کہتے ہی گروہ ایسے ہیں جو باوجود اپنی قلتِ تعداد کے، خداوندِ قدوس کے حکم سے بڑے بڑے گروہوں پر غالب آئے۔“
دوسری جگہ بطور وعدہ ارشاد ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۳۹)

”نہ بزدلی دکھاؤ اور نہ غم کرو، تمہی غالب ہو اگر تم ایماندار ہو۔“

اس آیت میں مسلمانوں کی قلت کے باوجود انہیں فتح و کامرانی کا وعدہ دیا گیا ہے اور اسے صرف شرطِ ایمانی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ سورہ انفال میں دس گنا زیادہ طاقت پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا پھر فرمایا کہ تمہاری کمزوری دیکھتے ہوئے اگرچہ تمہارے لئے قتال کا حکم صرف دو گنی طاقت سے ہے جس پر تم ضرور غالب آؤ گے مگر شرط دونوں صورتوں میں صبرِ ایمانی ہے۔ ارشاد ہے:

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرٌ وَنَصَابِرٌ وَنَاصِبُونَ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ أَلَّنْ حَقَّقَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال: ۶۵، ۶۶)

مسلمانو! (اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے مجاہد ہوں تو دو سو کفار پر بھاری ہوں گے۔ اور اگر تمہاری تعداد ایک سو ہے تو تم ایک ہزار کافروں پر غالب آؤ گے۔ اس لئے کہ وہ (کفار) بے سمجھ ہیں۔) اب اللہ نے تمہاری کمزوری جانچتے ہوئے تخفیف فرمادی۔ (سواب مسلمان اپنے سے دو گنے لشکر کا مقابلہ کریں) یعنی اگر ۱۰۰ مسلمان ہوں تو دو سو کفار کا اور اگر ایک ہزار کی تعداد میں ہوں تو دو ہزار کافروں کا مقابلہ کریں۔ اور اس قلتِ تعداد کے باوجود مسلمان اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے۔ کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کا حامی ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد کی نسبت کفار کی تعداد دو گنی سے زیادہ یعنی سہ چار یا چار گنی ہو تو مسلمانوں پر ان سے قتال فرض نہیں ہے۔ لیکن یہ اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار سے کم ہو۔ ورنہ اگر مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار یا اس سے زیادہ ہو جائے یعنی مسلمان اتنی کثرت میں ہوں کہ ایک علیحدہ قومی و ملکی حیثیت اختیار کر جائیں تو پھر خواہ کفار کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار چھینک دیں یا مقابلہ سے جی چرائیں۔ بقول فرمانِ نبوی ﷺ:

لَنْ يُغْلِبُوا إِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قَلَّةٍ

”یعنی بارہ ہزار (مسلمان فوجی) بوجہ قلت شکست نہیں کھا سکتے۔“

اگر ہم اس کلیہ کو تسلیم کر لیں کہ ہر قسم کی طاقت کا سرچشمہ عددی قوت یا مادی وسائل نہیں بلکہ خود خالق کائنات کی ذاتِ اقدس اور اس کی مشیت ہے تو پھر کثرت و قلت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے اور ایمانیات میں یہ ایسا عقیدہ ہے جس کا ہم ہر روز پانچوں نمازوں کے بعد اقرار کرتے ہیں۔

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”یعنی اے اللہ! تو جو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک دے اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں۔“

یہی جذبات و احساسات اسلام کی اساس ہیں۔ مسلمان کی مکمل زندگی اسی محور کے گرد گھومتی ہے۔ صدرِ اول سے لے کر آج تک جہاں کہیں اور جب کبھی اسلام اور کفر کے درمیان کسی بھی رنگ میں مقابلہ ہوا ہے کسی بھی مسلمان کے دل میں کفر سے کسی قسم کا خوف و ہراس اور دل گرفتگی یا مغلوبیت کا خطرہ تک پیدا نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوا ہے کہ مغلوبیت کی صورت میں ایک مسلمان جان پر کھیل جائے۔ لیکن یہ تو عین فائز المرامی اور شہادت کے مقامِ اعلیٰ پر سرفرازی ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

نہ مالِ غنیمت، نہ کشورِ کشائی!

اور جب مومن اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو کائنات کی ساری قوتیں اس کی امداد کے لئے میدانِ عمل میں آ جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے بار بار مومنین کی اعانت کے سلسلہ میں ایسے محیرِ العقول واقعات کا ذکر کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی ہے۔ جنگوں کی تاریخ میں سب سے پہلی جنگ حضرت شیث علیہ السلام اور قاتیل اور اولادِ قاتیل کے درمیان لڑی گئی۔ جس میں ظاہراً قاتیل کا پلہ بھاری تھا اور شیث علیہ السلام کے ساتھ محدودے چند لوگ تھے۔ لیکن قاتیل کی بھاری جمعیت نے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابلہ میں بُری طرح ہزیمت اٹھائی۔

اس کے بعد آثارِ قدیمہ نے قوم عاد اور ہود علیہ السلام کی جنگ محفوظ کی ہے جس کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے۔ اس جنگ میں بھی حق پرستوں کا پلہ بھاری رہا اور منکرینِ حق کو ایسی شکستِ فاش ہوئی کہ تاریخ کے صفحات سے ان کا نام تک ملیا میٹ کر دیا گیا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب ایک سرکش حکومت نے حضرت لوط علیہ السلام کو قید کر لیا تو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے مٹھی بھر سپاہیوں نے اس سرکش جماعت کا خلیل نامی جگہ تک (جوار دن میں آج بھی مشہور ہے) تعاقب کیا اور انہیں زیر کر کے لوط علیہ السلام کو ان سے چھڑا لیا اور ان کے فوجی قید کر لئے اور کافی سامانِ غنیمت بھی حاصل کیا۔

تاریخ نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنینؑ کی حکومتیں بھی دیکھیں اور ان سے پہلے طالوتؑ اور داؤد علیہ السلام کا جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ بھی اپنے صفحات میں محفوظ کیا اور پھر جس طرح طالوت کی قلیل تعداد جمعیت نے جالوت کے مڈی دل لشکروں کو نیست و نابود کیا، یہ واقعہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف ساری نمرودی طاقتیں متحد ہو گئیں اور آپ کو آگ کے جلتے ہوئے عظیم الاؤ میں چھینک دیا گیا، تو یہی آتشکدہ اللہ کی نصرت و حمایت کے باوصف ان کے لئے امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر بہت مظالم ڈھائے لیکن جب اللہ کی نصرت و حمایت بنی اسرائیل کے شامل حال ہوئی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں بحیرہ قلزم کی طرف بڑھے تو دریا کی موجوں نے بھی انہیں راستہ دیا۔ لیکن بعد میں یہی موجیں فرعون اور اس کے لشکروں کے لئے موت کا پیغام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ثابت ہوئیں۔

ابرہہ اور اس کے خواخوہار مست ہاتھیوں کا کعبۃ اللہ پر حملہ بھی اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ ہے۔ یہاں تو معاملہ کثرت و قلت سے بھی گزر گیا تھا۔ کہاں حملہ آور بد مست ہاتھیوں کے غول کے غول اور کہاں دوسری طرف محافظین کعبہ ناپید، لیکن **اَللّٰہُ یَجْعَلُ کَیْدَہُمْ فِی تَضْلِیْلِہِ** کا سوالیہ اندازِ تحاطب قدرت کی غیبی نصرتوں کی آج بھی نشان دہی کر رہا ہے۔

اب ذرا عہدِ محمدی ﷺ کی یاد کو تازہ کیجئے، اور تاریخ کے اوراق کھنگالیے کہ کس طرح اسلام کے ہر دور نے کفر کے لاتعداد فتنوں کا ہرہ کو لکا را او ہر مرتبہ فتح و کامرانی نے اسلامیوں کے قدم چومے۔ چودہ صدیاں قبل جب رسالت مآب ﷺ نے اصنام پرستوں کو خدائے واحد و قہار کی طرف بلایا تو کس طرح کفر کے ایوانوں میں زلزلے آگئے اور کس طرح کفار کا ہر بچہ بوڑھا غیظ و غضب سے دیوانہ ہو کر آپ ﷺ کے درپے آزار ہو گیا۔ لیکن اسلام کا یہ مختصر سا قافلہ راستے کی تمام صعوبتوں کو برداشت کرتا ہوا، ہجرت کی سختیاں سہتا ہوا، بدر و حنین کی منزلیں طے کرتا ہوا، خندق (احزاب) کے جمرے کے سر کرتا ہوا بالآخر مکہ کی عظیم الشان فتح سے مشرف ہو کر اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

اس قافلے میں غریب بھی تھے اور ننگے بھی، بھوکے بھی تھے اور پیاسے بھی، جن کے پاس نہ تلواریں تھیں اور نہ سواری کے جانور۔ ان کے پاس سامانِ حرب و ضرب مفقود تھا لیکن ان کی قوتِ ایمانی، ان کی زبانوں سے نکلی ہوئی لا الہ الا اللہ کی صدائے دل آویز آہستہ آہستہ دلوں میں گھر کرتی چلی گئی، یہ چلتے رہے اور بڑھتے رہے حتیٰ کہ کفر و استبداد کی کفر سامانیاں اور لن ترانیاں ظلم و ستم کی یلغاریں کبر و نخوت کے مجسم لشکر اپنے شاندار سامانِ حرب و ضرب کے باوجود مسلمانوں کے راستے میں کہیں بھی نہ ٹھہر سکے۔

اس کے بعد کیا انہی مٹھی بھر مجاہدوں نے قیصر کی قابوؤں کو چاک چاک نہیں کر ڈالا، جن کی افواجِ جابرہ، جن کے مست ہاتھیوں اور جن کے قلاع و سپاہ اور سامانِ حرب و رسد کا کچھ شمار ہی نہ تھا؟ کیا اسی قلت نے کسریٰ کے محلات کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا دی؟ اور آتشکدہ ایران کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا نہیں کر دیا تھا؟ شام و ایران تو کیا مشرق و مغرب کے ڈانڈے ملانے والے کیا یہی قلیل التعداد اہل ایمان نہ تھے جو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے آفاق میں پھیل گئے تھے؟

کیا ہم حق و باطل کی اس آویزش کو بھول سکتے ہیں جو تبوک کے میدان میں ہوئی جبکہ صرف دو ہزار غیر تربیت یافتہ مسلمانوں نے اپنے سے چار گنی زیادہ مسلح طاقت کو میدانِ جنگ میں بانٹیں سوڑ پتی ہوئی لاشیں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا؟

کیا ہم جنگِ فلسطین کا وہ معرکہ فراموش کر سکتے ہیں جس میں صرف ۹ ہزار مسلمان ایک لاکھ غیر مسلم بہترین بازوئے شمشیر زن سے ٹکرائے اور اس قلتِ تعداد کے باوجود مسلمانوں نے دشمن کے دس ہزار نعشو کو خاک و خون میں لوٹا دیا؟

کیا ہمیں جنگِ یرموک کا وہ تاریخی محاربہ یاد نہیں جس میں چالیس ہزار مسلمانوں کا مقابلہ پانچ لاکھ مسلح اور باقاعدہ تربیت یافتہ فوج سے ہوا تھا اور اس کے باوجود جب یہ ہڈی دَل لشکر محمد عربی ﷺ کے غلاموں سے شکست کھا کر بھاگا تو اپنے ایک لاکھ پانچ ہزار سوراخوں سے محروم ہو چکا تھا۔

کیا تاریخِ عالم ان ٹھوس حقائق کو جھٹلا سکتی ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جبکہ حلب کے مقام پر پانچ ہزار مسلمان جانبازوں نے پچیس ہزار پر مشتمل بہترین آزمودہ فوج کو شکست فاش دی تھی۔

جبکہ ۱۷ھ میں صرف چار ہزار مجاہدین اسلام نے مملکت مصر کو تاخت و تاراج کیا تھا؟

جبکہ صرف تین ہزار مسلم نفوس نے کسریٰ کی طاقت کو خاک میں ملا دیا تھا اور مملکت ایران کے ایک لاکھ سپاہی کھیت رہے تھے۔

اور جبکہ ۴۷ھ میں فلسطین میں صرف چند ہزار مجاہدین اسلام، مخالفین کے ستر لاکھ کے قشونِ قاہرہ سے ٹکرا گئے تھے اور ان کے دس لاکھ

سپوتوں کو قتل کر کے ان کو ایسی ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا تھا کہ تاریخ میں اب تک یادگار ہے۔

تاریخ اٹھاؤ اور دیکھو، کیا مغرب کی وادیوں میں غرناطہ و سپین کے مرغزاروں کو روند ڈالنے والے یہی قلیل التعداد مجاہدین اسلام نہ تھے؟ کیا

برا عظم افریقہ کے چپے چپے پر اسلام کا پھریرا لہرانے والا یہی قلیل گروہ نہ تھا؟ کیا دنیائے کنارِ اندلس پر طارقؓ کا عملِ سفینہ سوخت نہیں دیکھا، جہاں

قلیل التعداد مجاہدوں نے کفر کی صفیں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں اور صلیب کے پرستاروں کے تیجانِ ملوکانہ ان کے قدموں میں آگرے؟

اپنے خدائے برتر کو بھول کر، اپنی قوتِ ایمانی کو خیر باد کہہ کر کثرت و قلت کے چکر میں پڑنے والے مسلمانو!

کیا تمہارے اسلاف نے قوتِ ایمانی کے بل بوتے پر، خدائے واحد پر توکل کرتے ہوئے اپنی قلت تعداد اور شاندار سامانِ حرب و ضرب سے

محروم ہونے کے باوجود بھی چٹان کی طرح مضبوط، دیو ہیکل، فولادی اور آہنی انسانوں پر مشتمل، کیل کانٹے سے لیس، ناقابلِ شکست لشکروں کو ناکوں

چنے نہیں چبوائے۔ انہیں جھٹی کا دودھ یاد نہیں دلایا۔ ذرا اسی کفر زار ہند سے پوچھو جس کے ہاتھوں آج تم محض اپنی روایات سے بغاوت کے جرم میں

نالاں ہو۔ کیا اس کا چپے چپے تمہاری عظمتوں کا آئینہ دار نہیں ہے؟

کیا تم اپنے اس کم سن سترہ سالہ جرنیل محمد بن قاسمؓ کو بھول گئے جس کا راستہ راجہ داہر اور اس کے حلیف راجاؤں کی لکھو کھیا متحدہ جمعیتیں بھی

روک نہ سکیں، کیا تم غزنی کے اس مردِ آہن کو فراموش کر بیٹھے، جس نے اس سرزمین کو سترہ دفعہ اپنے پاؤں تلے روند اور جس کی گرزِ البرز شکن کی

چوٹ سے صنم کدہ ہندوستان آج بھی تلمل رہا ہے؟ کیا احمد شاہ ابدالی کی چھوٹی چھوٹی توپوں کی آوازیں تمہارے دلوں کی دھڑکنوں کو تیز نہیں کرتیں

جس نے مخالفین کے بڑے بڑے توپ خانوں کے پرچے اڑا دیئے تھے۔ جس نے بڑے بڑے آہنی، سنگی اور ناقابلِ شکست ایوانوں کو متزلزل کر کے

رکھ دیا تھا اور جس کی شمشیر خارا اشکاف نے بڑے بڑے جغادریوں، رائے بہادروں، ہلکروں، گائیکو اڑوں، سورماؤں اور شمشیر بہادروں کو خاک و خون

میں لوٹا دیا تھا۔ کیا تم ترکستان کے شیرِ ظہیر الدین بابر کی یلغاروں کو بھول گئے، جن کی بدولت کفرستانِ ہند کے تخت و تاج سو سال تک کے لئے تمہارے

قدموں میں آگرے اور اس عہدِ آفریں دور کی یادگاریں، دلی کالان قلعہ، شاہی مسجد کے مینار، اور شاہانِ اسلام کی باولیاں اب بھی تمہیں مچھڑے

ساتھیوں کی طرح آوازیں دے دے کر بلارہی ہیں۔

اپنی تاریخ، روایات اور اسلاف کو مسح کرنے والے مسلمانو! دیکھو! خدائے حق نے کس کس طرح تمہاری مدد کی ہے، تم تعداد میں تھوڑے تھے

لیکن خداوند کریم نے تمہارے مخالفین کی نظروں میں تمہیں زیادہ کر کے دکھادیا اور ان کو تمہاری نظروں میں حقیر، کم تر اور قلیل کر دیا، تمہارے پاس

سامانِ جنگ نہ تھا، خداوند کریم نے کفار کے دلوں پر تمہارا رعب طاری کر دیا جس کی بدولت ان کی تلواریں، لٹھیاں اور توپوں کے گولے کچی مٹی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈھیلے بن کر رہ گئے، تم کمزور تھے، بے سروسامان تھے، بھوکے تھے اور پیاسے تھے لیکن خداوند کریم نے پانچ ہزار فرشتوں کو تمہاری مدد کے لئے بھیج دیا۔

تو پھر آج تم ذلیل اور رسوا کیوں ہو؟ آج تم اپنی بے کسی اور کسم پرسی پر نوحہ خواں کیوں ہو؟ آج تم اپنی کمزوری، عاجزی اور کسل پر گریہ کنناں کیوں ہو؟ اس لئے نہیں کہ تم تعداد میں تھوڑے ہو بلکہ اس لئے کہ تم نے قوتِ ایمانی کی شمشیر کو اپنی کمر سے علیحدہ کر دیا، تم نے خدائے عزوجل پر توکل اور بھروسہ سے اپنے اذان کو خالی کر دیا، تم نے خشیتِ الہی سے اپنے قلوب کو عاری کر لیا، تم نے ذکرِ حق سے اپنی زبانوں کو روک دیا، تمہارے ہاتھوں نے شمشیر کی بجائے مضرب سنبھال لیے۔ تمہارے کندھوں نے بندوق کی بجائے ریڈیو لٹکا لئے۔ تمہاری گردنوں نے قرآن اور حمائل سے محروم ہو کر اپنے تئیں انگریز کی غلامی کے پٹے میں جکڑ لیا، تمہاری زبانیں تلاوتِ قرآن سے عاری ہو گئیں اور ان پر فلمی گیت جاری ہو گئے، تم نے اپنے کانوں کو جی جی علی الصلوٰۃ اور جی جی علی الفلاح کی صدائیں سننے سے بند کر دیا اور تم پائل کی جھنکار کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے۔ تمہاری نظروں نے پاکیزگی اور بلند نظری کی بجائے بے حیائی اور عشوہ طرازی سیکھ لی، یہ ننگے ڈانس اور بیجان انگیز اور جذبات خیز مناظر کی عادی ہو گئیں۔

لیکن مسلمانو! ہمیں اپنے ماضی کو واپس لانا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہم سے ذلت و ندامت کی یہ زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اپنے مخالفین کو نیچا دکھانا ہے، ان مٹی کے ٹھاکروں کو، پتھر کے ان بھگوانوں اور سنگِ خارا کے ان خود تراشیدہ پریشوروں کو صدائے اللہ اکبر کی ضرب سے ریزہ ریزہ کرنا ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں، اپنے اسلاف اور سنتِ رسول ﷺ کو زندہ کرنا ہے کہ ہم ان کی امت میں سے ہیں۔ ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کرنا ہے، خدا کے دشمن ہمارے دوست نہیں ہو سکتے، ہمیں نورِ اسلام کی ان شمعوں کو فروزاں کرنا ہے جنہیں بجھانے کے لئے سازا زمانہ تلا ہوا ہے۔

اور اگر تم ایسا چاہتے ہو تو اٹھو، آگے بڑھو، آگے بڑھو اور چھا جاؤ یا اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جان کی بازی لگا دو۔ رب ذوالجلال کی قسم! اگر تم نے اپنی اصلاح کا عہد کر لیا، اگر تم نے اپنے دل میں نور کی کرنوں کو ضیا پاشیاں کرنے کی اجازت دے دی تو ارجن کے یہ سپوت، بھیم کی یہ بہادر اولادیں، پرتاپ اور سیوا جی کی یہ نسلیں، ہر ہر مہادیو، ہم بم سدا شو“ کے نعرے لگانے والے یہ لالے تمہارے سائے سے بھی دور بدکیں گے۔

اگر خداوند کریم نے اکثریتوں پر اقلیتوں کو غالب کیا ہے، اگر اس نے اپنے نیک بندوں کی ہمیشہ مدد فرمائی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تمہیں فراموش کر دے مگر ایمان میں استحکام، گزشتہ معاصی سے توبہ اور آئندہ کے لئے اصلاح کا عزمِ صمیم شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

”اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں نکل آؤ اور جب گھمسان کا رن پڑے اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں تو تم اس کی بھٹی میں بے خطر کود پڑو، تم ہی شرف و مرتبہ کے مستحق ہو کر (کامیاب) لوٹو گے۔“

اٹھو! یہ وقت مایوسی کا نہیں، شکست پر آنسو بہانے کا نہیں۔ کچھ کرنے کا وقت ہے۔ قوموں کی تاریخ میں جہاں بڑی بڑی فتوحات کے کار ہائے نمایاں سنہری حروف میں لکھے نظر آتے ہیں وہاں وقتی طور پر ہزیمت اور پسپائی کے مناظر بھی نظر سے گزرتے ہیں۔ لیکن شکستوں سے زیادہ مہلک یاس و قنوطیت ہے۔ اگر خدا نخواستہ قوم میں جبن، بزدلی، کاہلی، بددلی، ناامیدی، ناکامی اور دل گرفتگی نے جڑیں پکڑ لیں تو ہو سکتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ یہ ملت کی زندگی کا آخری دن ہو اور اس کے برعکس اگر ہم سنبھل گئے ہم نے اپنی تقصیروں کی اصلاح کر لی، توبہ و استغفار سے اپنے خالق کو منالیا، تقویٰ، پرہیز گاری، خدا ترسی کو اپنا شعار بنایا اور اپنی صفوں میں اتحاد و تنظیم سے تقویت پیدا کر لی تو امید کامل ہے کہ خالق کائنات ہمیں پھر سے صدقِ صدیقیؑ، سطوتِ فاروقیؑ، خشیتِ ثنائیؑ اور قوتِ حیدریؑ سے مالا مال کر دے گا۔ انشاء اللہ۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اے خدا! ہم تھے کیا، آج کیا ہو گئے؟

اے خدا! ہم تھے کیا، آج کیا ہو گئے؟

خواجہ عبدالمنان راز

اے خدا! ہم تھے کیا، آج کیا ہو گئے	
تجھ سے کٹ کر اسیر بلا ہو گئے	
تھا زمانہ کوہمت کا کوہسار تھے	ہے زمانہ کہ مٹی کا انبار ہیں
تھا زمانہ کہ نورِ سحر تھے کبھی	ہے زمانہ کہ اب ہم شبِ تار ہیں
تھا زمانہ کہ دنیا تھی زیرِ نگین	ہے زمانہ کہ خود ہم نگوں سار ہیں
تھا زمانہ کہ عظمت کا مینار تھے	ہے زمانہ زمیں پر فقط بار ہیں
تھا زمانہ کہ گہائے رنگین تھے ہم	ہے زمانہ کہ بکھرے ہوئے خار ہیں
تھا زمانہ کہ دنیا کے سالار تھے	ہے زمانہ کہ اب مردِ بیمار ہیں
تھا زمانہ کہ ہم تھے صائے جرس	ہے زمانہ کہ اب ہم گلوکار ہیں
تھا زمانہ کہ غازی تھے کردار کے	ہے زمانہ کہ گفتارِ بیکار ہیں
تھا زمانہ اصولوں پہ دیتے تھے جاں	ہے زمانہ کہ اب جنسِ بازار ہیں
تھا زمانہ کہ شمشیرِ شبیر تھے	ہے زمانہ منافق کی تلوار ہیں
تھا زمانہ چراغِ ہدایت تھے ہم	ہے زمانہ کہ من جملہ اشرار ہیں
تھا زمانہ کہ غیرت کی تصویر تھے	ہے زمانہ کہ عبرت کا شاہکار ہیں
تھا زمانہ علم دارِ اسلام تھے	ہے زمانہ خدا ہی سے بے زار ہیں
تھا زمانہ نمونہ تھے اخلاق میں	ہے زمانہ سیاہ کار و بدکار ہیں
تھا زمانہ کہ دنیا کے غم خوار تھے	ہے زمانہ کہ سفاک و خونخوار ہیں
تھا زمانہ کہ ہم بت شکن تھے کبھی	ہے زمانہ کہ بت ساز فنکار ہیں
تھا زمانہ کہ ہم تھے مہکتی صبا	ہے زمانہ کہ صرصر کی یلغار ہیں
تھا زمانہ کہ قرآن کی آیات تھے	ہے زمانہ کہ چرکیں کے اشعار ہیں
اے خدا! ہم تھے کیا، آج کیا ہو گئے؟	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اے خدا! ہم تھے کیا، آج کیا ہو گئے؟

تجھ سے کٹ کر اسیر بلا ہو گئے!	
ہم زبوں حال، مغضوب و مقہور ہیں	یاس و غم، خوف و لالچ میں محسور ہیں
تیری رحمت کے تجھ سے طلب گار ہیں	تو خطا پوش ہے ہم خطا کار ہیں
اے خدا بخش دے ہم خطا کار ہیں	
اے خدا بخش دے ہم گنہگار ہیں	

(بشکریہ ”المنبر“ لائل پور)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام ابن الصلاح اور ان کی کتاب "علوم الحدیث"

مولانا محمد خالد سیف (اثری)

اصول حدیث کا کون سا طالب علم ہے جو امام ابن الصلاح اور آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "علوم الحدیث" المعروف بہ "مقدمہ ابن الصلاح" سے ناواقف ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شرف قبولیت "علوم الحدیث" کو حاصل ہوا، اس فن کی کسی دوسری کتاب کو حاصل نہ ہو سکا۔ قبل اس کے کہ "علوم الحدیث" کے ساتھ علماء کے اعتناء، اس کی اہمیت و عظمت اور اس پر نقد و تبصرہ کو پیش کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شاہکار کے مصنف کی حیات علمیہ کی چند جھلکیاں پیش کر دی جائیں۔

نام و نسب:

آپ کا اسم گرامی عثمان، لقب تقی الدین اور کنیت ابو عمرو ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:
"ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ الکردی الشہر زوری الشرخانی۔"
آپ کے والد محترم عبد الرحمن کا لقب چونکہ صلاح الدین تھا اس لئے ان کی طرف انتساب کے پیش نظر آپ ابن الصلاح کے نام سے علمی دنیا میں معروف ہیں۔

ولادت و نشأت:

حضرت الامام شیخ الاسلام ابن الصلاح ۵۷۷ھ بمطابق ۱۱۸۱ء کو شہر زور کے قریب ایک بستی شرخان میں پیدا ہوئے۔ کسے خبر تھی کہ جنم لینے والا یہ بچہ بعد میں شیخ الاسلام، مفتی الانام، الامام، الحافظ، المحدث، الحجۃ، الفقیہ اور الاصولی جیسے معزز القاب سے نوازا جائے گا اور فلکِ رشد و ہدایت پر ماہِ شب چہار دہم بن کر چمکے دکھے گا؟
خوبی قسمت کہ آپ نے خاندانِ علم و فضل میں آنکھ کھولی، آپ کے والد ماجد ایک جلیل القدر فقیہ اور متبحر عالم تھے۔ فقہ شافعی میں تو آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ امام ابن الصلاح نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے مشفق والد سے ہی تربیت کے ساتھ تعلیم کی بھی ابتداء کی اور چند ہی سالوں میں فقہ شافعی میں عبور حاصل کر لیا، ابھی آپ کی مسیں بھی نہ بھیگی تھیں کہ فقہ شافعی کی مشہور اور متداول کتاب 'المہذب' از بر کر لی۔ پھر والد محترم نے مزید اکتسابِ علم و ضیاء کے لئے آپ کو سوائے موصل روانہ فرما دیا۔ وہاں آپ نے شب و روز ایک کر کے مختلف انواع و اقسام کے علوم و فنون کی تحصیل کی اور بہت جلد اس عبقری زماں اور نابغہ عصر شخصیت نے فقہ، اصول، تفسیر، حدیث اور لغت میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے بعد علمی تشنگی کو مزید تسکین بخشنے کے لئے آپ نے بغداد، خراسان اور شام کے صافی چشموں کا رخ کیا اور بہت سے جلیل القدر علماء سے علوم و فنون میں استفادہ کیا۔ ان رحلت کے دوران آپ نے حدیث اور علوم حدیث میں خصوصی دل چسپی لے کر بہت زیادہ رسوخ حاصل کر لیا۔

اساتذہ کرام:

آپ نے جب جلیل القدر علماء سے کسب فیض کیا، ان کی ایک مختصر سی فہرست پیش کرتے ہوئے علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

”آپ نے موصل میں عبید اللہ بن سمین، نصر بن سلامہ، محمود بن علی اور عبد المحسن بن طوسی، بغداد میں ابو احمد بن سکینہ اور عمر بن طبرزد، ہمدان میں ابو الفضل بن معزم، نیشابور میں منصور اور مؤید، مردسیں ابو المظفر بن سماعی اور دیگر، دمشق میں جمال الدین عبد الصمد، شیخ موفق الدین مقدسی اور فخر الدین بن عساکر، حلب میں ابو محمد بن علوان، اور حسان میں حافظ عبد القادر سے علم حاصل کیا۔

علوم و فنون میں رسوخ حاصل کرنے کے بعد خلق خدا کی خدمت کے لئے آپ نے دمشق میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت شروع کر دی اور اس کے بعد مسند تدریس کو رونق بخشی اور مدینہ قدس کی مشہور درس گاہ ”الناصریہ“ میں جو بادشاہ النصار صلاح الدین یوسف بن ایوب کی طرف منسوب ہے، درس دینا شروع کیا۔ ایک مدت تک یہاں فروکش رہے اور علماء و طلبہ کے ایک جم غفیر نے آپ سے فیضان حاصل کیا، بعد ازیں آپ نے پھر دمشق کو قدم میننت لزوم سے نوازا اور مدرسہ روحیہ میں علم و فضل کے دریا بہانے شروع کر دیئے۔

جب بادشاہ اشرف بن عادل نے دمشق میں ایک ”دار الحدی“ کی تاسیس و تشکیل کی تو اس میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے لئے ان کی نگاہ انتخاب آپ ہی پر پڑی۔ چنانچہ آپ نے کچھ عرصہ یہاں بھی علم حدیث کا درس دیا۔ چنانچہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ودرس بالرواحیة وولی شیخۃ دار الحدیث ثلاث عشرة سنة

اس کے علاوہ ایک دو اور درس گاہوں میں بھی آپ نے تعلیم و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، غرضیکہ آپ جس مقام پر بھی رونق افروز مسند تدریس ہوئے۔ تشنگانِ علوم اس شمع فروزا کی طرف پروانوں کی طرح لپکتے چلے آئے۔

تلامذہ:

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ایک خلق کثیر اور انبوہ کبیر نے آپ سے اکتسابِ علم کیا۔ مشتمل نمونہ از خوارے چند ایک تلامذہ کے اسماء گرامی لکھنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

کمال الدین سلار، کمال الدین اسحاق، تقی الدین بن رزین عبد الرحمان بن نوح، شیخ تاج الدین عبد الرحمان، شیخ زین الدین فاروقی، قاضی شہاب الدین، خطیب شرف الدین فخر الدین الکرجی، مجد الدین بن المہتار، احمد بن عقیف، قاضی ابو العباس احمد بن علی اور بہت سے دیگر حضرات۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وفاتِ حسرت آیات:

حضرت امام ابن الصلاح پوری زندگی شمعِ علم و رشد کو روشن رکھنے کے بعد بوقتِ صبح بروز بدھ مورخہ ۲۵ / ربیع الاول ۶۴۳ھ بمطابق ۱۲۴۵ء کو اپنی جانِ جانِ آفریں کے سپرد کر کے راہی ملکِ عدم ہوئے۔ دمشق میں باب النصر کے باہر مقابرِ صوفیہ میں آپ کا مرقد ہے۔ سقی

اللہ ثراہ و جعل الجنة شواہ۔

تالیفات و تصنیفات:

آپ نے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں جو ہمیشہ کے لئے آپ کا صدقہ جاریہ اور یادگار ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے ان میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ نیز سب تالیفات تحقیقاتِ راستہ اور فوائدِ نافعہ پر مشتمل ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں۔

- | | |
|--------------------------------|----------------------------|
| (۱) شرح الوسیط فی فقہ الشافعیہ | (۲) فوائد الرحلہ |
| (۳) صلیۃ الناسک فی صفۃ المناسک | (۴) الامالی |
| (۵) ادب المفتی والمستفتی | (۶) شرح صحیح مسلم |
| (۷) الموتلف والمختلف | (۸) طبقات الفقہاء الشافعیہ |
| (۹) الفتاوی | (۱۰) علوم الحدیث |

موخر الذکر آپ کی جملہ تصنیفات میں سے اہم ترین ہے۔ لہذا اس کے متعلق ہم قدرے تفصیل سے کچھ عرض کرتے ہیں:

علوم الحدیث:

حافظ ابن الصلاح سے پہلے بھی بہت سے ائمہ کرام نے علوم حدیث میں خامہ فرسائی فرمائی تھی۔ ان میں سے اکثر نے تو اپنی تالیفات کی تدوین کتب حدیث کے طریقے پر کی۔ یعنی ایک عنوان قائم کر کے ہر مسئلہ کے متعلق ائمہ فن کے اقوال کو اسانید سمیت ذکر کیا اور بعض نے فن کے قواعد کو ضبط تو کیا لیکن وہ احسن پیرایہ میں عبارتوں کی تنقیح و تہذیب نہ کر سکے۔ اول الذکر کی مثال علامہ خطیب بغدادی کی کتاب 'الکفایہ' اور ثانی الذکر کی مثال کے طور پر امام حاکم کی کتاب 'مقدمہ علوم الحدیث' کا نام لیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے ان علمی ذخائر کا عمیق نظر سے جائز لیا، کتابوں کی عبارتوں کو اصول کے میزان میں تولد اور تعریفات و قواعد کو فہم و استنباط کی کسوٹی پر پرکھا اور ساطح فن کے منتشر موتیوں کو احسن انداز میں سلک مردارید میں پرو کر ایک نئے انداز بیان کی طرح ڈالی۔ او فن میں دلچسپی رکھنے والوں کی ایک شدید ضرورت کو پورا فرمادیا۔ چنانچہ علوم الحدیث کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

فخین کاد الباحث عن مشکله لا یلفی له کاشفا والسائل عن علمه لا یلقی به عارفا من اللہ الکریم تبارک و تعالیٰ علی ولہ الحمد ان اجمع بکتاب معرفۃ انواع علم الحدیث، هذا الذی باح بأسراره الخفیة وکشف عن محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشکلاتہ الابیۃ

اس کے بعد آپ نے ان پینٹھ انواع کا ذکر کیا ہے جن کے متعلق کتاب میں بحث کی ہے۔ یہ گویا کتاب کے مضامین کی فہرست ہے۔ اس طرح وہ امتیازات و خصوصیات جو آپ کی کتاب کو دیگر کتب سے ممتاز کرتی ہیں، درج ذیل ہیں:

1. آپ نے فن کے مسائل کی تعریفات کے ضبط کا اہتمام کیا اور کچھ ایسی تعریفات کا اضافہ بھی کیا جو سابقہ ائمہ سے منقول نہ تھیں۔
2. سابقہ علماء کی عبارات کی تہذیب و تنقیح فرمائی اور محل نظر مقامات کی نشاندہی کی۔
3. علوم حدیث کے مسائل میں ائمہ حدیث سے منقول نصوص و روایات سے قواعد کا استنباط کیا۔
4. اپنی تحقیق اور اجتہاد سے علماء فن کے اقوال پر تعاقب کیا۔

چنانچہ انہی خصوصیات کے پیش نظر علماء کرام نے آپ کی اس تصنیف پر تحسین و آفرین کے پھول نچا دیے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

واعنی بتصانیف الخطیب المتفرقة فجمع شتات مقاصدها وضم اليها من غيرها نخب فوائدها فاجتمع في كتابه ما تفرق في غيره فلهذا عكف الناس عليه
(نزهة النظر ص ۳)

حافظ برہان الدین ابن اسحاق فرماتے ہیں:

ان كتابه هذا احسن تصنيف فيه علوم الحديث
علامہ حافظ عراقی رقم طراز ہیں:

فان احسن ما صنف اهل الحديث في معرفة الاصطلاح كتاب علوم الحديث لابن الصلاح (فتح البغيث)

عناية العلماء:

علماء کرام نے جس قدر ”علوم الحدیث“ کے ساتھ عنایت و اعتناء سے کام لیا۔ اس فن کی اس سے پہلے یا بعد کی کوئی کتاب اس کی سہیم و شریک نہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

فلهذا عكف الناس عليه وساروا بسيرة فلا يحصى كم ناظم له ومختصر ومستدرک عليه ومقتصر ومعارض له ومنتصر

شیخ ابن حجر کے اس اجمالی قول کی تفصیل یہ ہے کہ علوم الحدیث پر علامہ عراقی، علامہ زرکشی اور خود حافظ ابن حجر نے نکت لکھے ہیں۔ علامہ عراقی کا نکت التقييد والايضاح لما اطلق واغلاق من كتاب ابن الصلاح کے نام سے موسوم ہے اور مطبوع ہے اور حافظ ابن حجر کا نکت الافصاح عن نکت ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے اور تاحال غیر مطبوع ہے۔ پاکستان میں اس کے چند قلمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ حضرت پیر بلج الدین صاحب پیر آف جھنڈا۔ سندھ، کے گراں قدر کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کی ایک ایک کاپی ہمارے دوست مولانا ارشاد الحق صاحب فاضل (اثری) اور مولانا عبد الحمید صاحب فاضل اثری کے پاس بھی موجود ہے۔ اے کاش اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق بخشے کہ وہ اس مبارک کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کر سکے۔

حافظ بلیقیؒ نے علوم الحدیث کو مختصر کیا اور کچھ اضافے بھی کیے اور اس کا نام ”محاسن الاصطلاح و تضمین کاب ابن الصلاح“ رکھا۔ امام نوویؒ نے اپنی کتاب ”الارشاد“ میں اس کا اختصار کیا اور اس کا نام رکھا۔ ”التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر“ امام سیوطیؒ نے ”تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی“ کے نام سے اس اختصار کی شرح کی۔ اسی طرح علامہ عراقیؒ، سخاویؒ اور مقدسیؒ نے بھی اس کی شروحات لکھیں۔ امام سیوطیؒ نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام ”الہذیب فی الزائد علی التقریب“ ہے۔

امام بدر بن جماعؒ نے بھی اس کا اختصار کیا اور ”المنہل الروی فی الحدیث النبوی“ نام رکھا۔ عزالدین محمد بن جماعؒ نے بھی ”المنہج السوی فی شرح المنہل الروی“ کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی کتاب ”الباعث الحثیث“ میں اس کا اختصار کیا۔ اسی طرح علامہ علاء الدین المار دینی اور بہاء الدین اندلسی وغیرہ بہت سے علماء نے بھی اس کا اختصار کیا۔

علامہ عراقیؒ نے اسے اپنے ایضہ میں منظوم کیا اور اس کی مطول و مختصر دو شرحیں لکھیں۔ مختصر کا نام ”فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث“ ہے۔ اس شرح پر بہان الدین بقاعیؒ اور قاسم بن قطلوبغانے حواشی بھی لکھے۔ اول الذکر کے حاشیہ کا نام **النکت الوفیہ بما فی شرح الالفیہ** ہے۔ یہ مکمل نہیں بلکہ نصف کتاب ہے۔

اسی طرح علامہ سخاویؒ نے بھی الفیہ عراقیؒ کی شرح لکھی اور اس کا نام بھی ”فتح المغیث فی شرح الفیہ الحدیث“ ہے۔ اس کے متعلق حاجی خلیفہ فرماتے ہیں: **وہو شرح حسن لعلہ احسن الشروح**

الشیخ زکریا انصاریؒ نے بھی الفیہ کی شرح لکھی اور اس کا نام ”فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی“ ہے۔ اس شرح پر علی بن احمد عدوی کا حاشیہ بھی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے بھی الفیہ کی شرح ”قطر الدرر“ کے نام سے لکھی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے علامہ عراقیؒ کے مقابلہ میں ایک اپنا الفیہ بھی لکھا ہے اور اس کو انہوں نے ۵ روز میں منظوم کیا تھا اور پھر انہوں نے ”البحر الذی زخر فی شرح الفیہ الاثر“ کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ نیز اس کی ایک شرح محمد محفوظ ترمسی نے بھی لکھی ہے جس کا نام ”منہج ذوی النظر فی شرح منظومہ علم الاثر“ ہے۔

الفیہ عراقیؒ کی ایک شرح قطب الدین خیفریؒ نے ”صعود المراتی“ کے نام سے لکھی۔ اسی طرح علامہ زین الدین عینی، ابراہیم بن محمد حلبی اور ابو الفداء اسمعیل بن جماعؒ نے بھی اس کی شروحات لکھیں۔ ”علوم الحدیث لابن الصلاح“ کے گرد گردش کرتے ہوئے کتابوں کے اس انبار سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر عظمت اور اہمیت کی حامل ہے۔

(باقی آئندہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انتخاب

اتحاد (۱)

خواجہ عبدالمنان راز (ایم۔ اے)

”بڑی طاقتوں کی حکمتِ عملی اسی نقطہ پر مرکوز نظر آتی ہے کہ عالم اسلام میں افتراق و تشنّت کے رجحان کو تقویت دے کر مغربی استعمار کا اُلوسیدھا کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے عجیب عجیب ہتھکنڈے اختیار کیے گئے۔ پہلی عالمی جنگ نے انہیں موقع دیا کہ عربوں کی علاقائی عصبيت کو ابھار کر ریاستِ ترکیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے جائیں اور اس طرح اسے کمزور کر دیا جائے۔ پھر اس خوف سے کہ کہیں عربوں میں اتحاد و اتفاق کی قوتیں ابھر نہ آئیں ان کی سر زمین کو چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں بانٹ کر ان میں علاقائی عصبيت اور رقابت کے جذبات کو ہوا دی گئی اور ان کی آپس میں نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر عرب ممالک کے قلب میں اسرائیلی ریاست کا خنجر گونپ دیا گیا۔ پاکستان کی اسلامی ریاست کو کمزور رکھنے کے لئے کشمیر کا اسلامی اکثریت کا علاقہ ایک سوچی سمجھی تدبیر کے ماتحت بھارت کو دلویا گیا اور حال ہی میں مشرقی پاکستان کے ایک ٹولہ کی علیحدگی پسندی کی تحریک کے پیچھے بھی مغربی استعمار کا دستِ تزویر کارِ فرمانظر آتا ہے۔ افریقہ میں نو آباد علاقوں کی ریاستی تشکیل اس منہج سے کی گئی کہ جہاں کا دیو وسط ایشیا اور قفقاز کے علاقہ کی اسلامی ریاستوں کو ہڑپ کر گیا۔ مشرق بعید کے اسلامی ممالک میں جہاں کوئی اور حیلہ نہ چل سکا، اندرونی خلفشار پیدا کر کے تخریبی عوامل کے ہاتھ مضبوط کیے گئے ان تمام مسائل کا منصفانہ حل تبھی ممکن ہوا جب اسلامی ممالک یہ سمجھ لیں گے کہ باہمی اتفاق و تعاون ہی ان کی فلاح و بہبود ترقی کا ضامن ہو سکتا ہے۔“ (جسٹس ایس۔ اے رحمان)

اتحاد (۲)

”مسلمانوں کی کامرانیوں اور سر بلندیوں کا راستہ روکنے والی رکاوٹوں میں ایک خوفناک رکاوٹ اختلاف و افتراق کی وہ تباہ کن کشیدگی ہے جو احتیاط و انصاف کا دامن چھوڑ کر ہمارے مختلف فرقوں نے اپنے درمیان پیدا کر رکھی ہے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ تقریباً ہر فرقے کے تبلیغی اسٹیج پر انتہا پسند عناصر کا تسلط قائم ہو چکا ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے طبقے کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے دوسرے فرقوں پر غلط بیانی، مبالغہ آرائی اور تند کلامی کے مہلک ہتھیاروں سے لیس ہو کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان حضرات کے ہاں مجادلانہ توتکار کا نام تبلیغ اسلام ہے اور ناروا متعصبانہ گروہ بندیوں کا نام خدمتِ دین ہے۔ اس غلط طریق کار سے جو دور رس نقصانات، ملتِ اسلامیہ کو پہنچ رہے ہیں لازم ہے کہ تمام مخلصین اسلام ان کی طرف جلد توجہ کریں اور اپنے گھر کی بنیادوں کو مزید کھوکھلا ہونے سے بچالیں۔ اس جارحانہ طریقے پر چلنے والوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ عوام میں ہمیشہ فروغی، گروہی اختلافات ہی بیان کرتے ہیں اور دراصل وہ چند رٹے ہوئے اختلافی مسئلوں کے سوا اور کچھ بیان کر بھی نہیں سکتے۔“ (قاضی عبدالنبی کوکب)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اتحاد (۳)

”۔۔۔۔۔ ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں۔ اب مزید غفلت اور تباہی ہمیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو جان بوجھ کر اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ آپ خود آگے بڑھ کر اتحاد و تعاون کی فضا پیدا کیجئے۔ ان فتنوں اور ان سازشوں کا مقابلہ بغیر متحد ہوئے نہ ہم پہلے کر سکتے ہیں اور نہ آئندہ کر سکتے ہیں۔ میری عاجزانہ گزارش ہے کہ آئیے:

1. ہم تمام نزاعات کو کم از کم اس وقت تک بالائے طاق رکھ دیں جب تک اس ملک میں، اسلامی دستور بن کر نافذ نہیں ہو جاتا۔ اور اس مقصد کے لئے اپنی پوری توجہات اور کوششیں مرکوز کر دیں۔
2. مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جوش اور جذبہ پیدا کریں۔ عبادات کا شوق پیدا کریں اور اخلاق کی درستگی پر زور دیں۔
3. دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کی جنگ موقوف کر دیں۔
4. ان تمام جماعتوں کو چاہئے وہ خواہ کسی مسلک سے تعلق رکھتی ہوں جو اسلام اور دین حق کی سر بلندی چاہتے ہیں اپنی طاقت کے مطابق انکو تقویت پہنچائیں اور ان کے خلاف کوئی بات نہ کہیں۔
5. عامۃ المسلمین کو پروپیگنڈہ بازی، سنی نعرہ بازی اور مخالف جماعتوں کے رہنماؤں کو گالیاں دینے سے روکیں۔
6. غیر مسلموں میں دعوت اسلام پہنچانے کا وسیع تر انتظام کریں۔
7. مساجد، مدارس اور خانقاہوں کو دین قہیم کی حفاظت کے ناقابل تسخیر قلعے بنادیں اور مخلوق خدا کا تعلق ان سے جوڑیں۔
8. عیسائیت، یہودیت، مرزائیت، اشتراکیت اور وطنی و لسانی فتنوں کی ہلاکت خیزیوں سے قوم کو آگاہ کر دیں اور ان کے مقابلے میں اسلام کی حقانیت ٹھوس دلائل سے واضح کریں۔
9. غریبوں اور محتاجوں کی پریشانیوں اور دکھوں کو سمجھیں اور انہیں دور کرنے کی حتی المقدور کوششیں عمل میں لائیں تاکہ وہ گمراہ کرنے والوں کے ہتھے نہ چڑھیں اور اسلام ہی کو اپنے سارے مسائل اور اپنے سارے مصائب کا علاج سمجھنے لگیں۔
10. ان لوگوں کو ڈھونڈیں جو گمراہ یا مرتد ہو چکے ہیں اور توبہ کرا کر انہیں دوبارہ حلقہ بگوش اسلام کریں۔“

(مولانا گلزار احمد مظاہری)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعارف و تبصرہ کتب

خواجہ عبدالمنان راز (ایم۔ اے)

نام کتب:	ماہنامہ ”الجامعہ“ کا اتحاد عالم اسلام نمبر
ایڈیٹر:	چودھری برکت علی شمیم ایم۔ اے، مہر احمد خاں عرفانی
نگران:	مولانا محمد ذاکر صاحب
مقام اشاعت:	جامعہ محمدی شریف۔ ضلع جھنگ
قیمت:	۲ روپے

ماہنامہ الجامعہ، جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کا نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کا شمار ”اتحاد عالم اسلام“ نمبر پیش نظر ہے۔ یوں تو کسی ماہنامہ کے تین چار ماہ قبل کے شمارہ پر تبصرہ عجیب سی بات ہے لیکن یہ خصوصی شمارہ اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اور ہماری خواہش ہے کہ اس وقیع خصوصی شمارہ کو ایک مستقل کتاب ہی کی صورت میں محفوظ کر لیا جائے۔

سرورق سے لے کر مضامین تک اور مضامین سے لے کر صاحب مضمون حضرات تک اتحاد کا عملی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ مرتبین نے اس شمارہ کے لئے بڑی محنت کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی محنت بار آور بھی ہوئی ہے۔ مضامین کی فہرست میں تعمیر انسانیت کا منشور، اتحاد المسلمین، وحدت ملی اور مسلکی اختلافات، اتحاد عالم اسلام اور اتحاد بین المسلمین، اتحاد ایک پیچیدہ قضیہ، اسلامی اخوت، اتحاد، ممالک اسلامی کے تحفظ و بقا کا ضامن، اتحاد عالم اسلام، ایک گزیر ضرورت، اسلام کا نظریہ مساوات۔ اتحاد، عالم اسلامی کی ضرورت، جیسے عنوانات پر بڑے فاضلانہ اور عالمانہ مضامین موجود ہیں جو فکر و نظر، حقائق و معارف اور معلومات کا بہترین خزانہ ہیں۔ لکھنے والوں میں چودھری نذیر احمد خان، جسٹس ایس۔ اے رحمان، مولانا عبدالنبی کوکب، مولانا عبدالقادر نیازی، جناب نعیم صدیقی، بریگیڈیئر گلزار احمد، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، جناب اسد گیلانی جیسی علمی اور دینی شخصیات اس شمارہ کے اعلیٰ معیار کی ضامن ہیں۔ مفتی اعظم فلسطین جناب امین الحسینی کا ایک مضمون ”الاسلام والوحدة الإسلامية“ عربی زبان میں اور ریٹائرڈ میجر جنرل سرفراز خان کا ایک مضمون انگریزی زبان میں بھی شامل اشاعت ہے۔

تقریباً تمام حضرات نے بڑی دلسوزی اور درد مندی کے ساتھ عالم اسلام اور مسلمانان عالم کے انتشار و افتراق کا جائزہ لیا ہے اور باہمی اتحاد و یگانگت کے لئے عملی تجاویز پیش کی ہیں۔ ثریا بتول صاحبہ نے ماضی قریب اور بعید میں تحریک اتحاد کی اہم شخصیات کا تعارف کرایا ہے۔ عبد الوکیل علوی صاحب نے ”اختلاف امت کا تاریخی جائزہ“ کے عنوان سے نہایت عمدہ اور معلوماتی مضمون پیش کیا ہے۔ مضامین کے علاوہ حصہ نظم میں جناب حکیم نیر واسطی، جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری وار جناب ماہر القادری جیسے اساتذہ کا کلام شامل ہے۔

اس گرانقدر خصوصی نمبر کی کامیاب اشاعت پر ہم مدیران کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور قارئین ”محدث“ کی خدمت میں سفارش کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں کہ وہ ”الجامعہ“ اتحاد عالم اسلام نمبر کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۲)

نام کتاب: مقام صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

مرتبہ: عاصم نعمانی

ضخامت: ۷۲ صفحات

قیمت: سفید کاغذ ۸۵ پیسے۔ نیوز پیپر ۶۰ پیسے

ناشر: مکتبہ آئین۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

مقام صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ جن کا انتخاب عاصم نعمانی صاحب نے کیا ہے۔ اس مجموعہ کے تمام اقتباسات مولانا مودودی کی معروف اور مارکیٹ میں موجود تصنیفات و تالیفات سے لیے گئے ہیں۔ ہر اقتباس کے آخر میں تفصیلی حوالہ دے دیا گیا ہے۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ مرتب نے ان تحریروں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کی نظر میں صحابہ کرام کا مقام کیا ہے؟ اور ان تحریروں کو مرتب کرنے کی ضرورت یوں محسوس کی گئی ہے کہ مولانا موصوف کی ذات کو بعض افراد نے بوجہ اس طرح تنقید و تنقیص کی آماجگاہ بنالیا ہے کہ جیسے دنیا بھر میں فتنہ و فساد کا باعث یہی ایک ذات ہے اور یہ ذات اگر راستے سے ہٹ جائے تو دنیا سکھ اور چین کا سانس لے۔ مولانا کی ذات کو رگیدنے کی خاطر ان بعض افراد نے ان کی تحریروں سے ایسے نتائج اخذ کیے ہیں کہ صاحب تنقید کے اخلاص و شعور پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ بیسیوں الزامات جو مولانا پر عائد کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ صحابہ کرام کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور اس بات کو اس تو اتر اور شدت کے ساتھ دہرایا گیا ہے اور ایسے حضرات کی طرف سے دہرایا گیا ہے جن کی وضع قطع سے سادہ لوح مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ”بہ ایں جبہ و دستار“ یہ حضرات جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں۔ ضرور مولانا مودودی نے کچھ گستاخیاں کی ہوں گی۔

عاصم نعمانی صاحب نے مولانا مودودی کے متعلق پھیلائی گئی اس غلط فہمی کو احسن پر دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو لوگ کم فرصتی کی بنا پر مولانا کی ضخیم کتب کا مطالعہ نہیں کر سکتے، اس مختصر سی کتاب کے مطالعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے؟

مرتب نے اقتباسات کو ترتیب دینے میں نہایت سلیقہ مندی کا ثبوت دیا ہے اور کہیں بھی حاشیہ دے کر قاری کے ذہن پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ انتخاب اتنا جامع ہے کہ صحابہ کرام سے متعلق مولانا مودودی پر تمام الزامات و شبہات کا جواب مل گیا ہے۔ معنوی خوبیوں کے ساتھ صوری طور پر بھی یہ کتاب طباعت و کتابت کا اعلیٰ معیار رکھتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۳)

نام کتاب:	اصلاح معاشرہ
مصنف:	عبد الغفار اثر (ایم۔ اے)
ناشر:	محکمہ اوقاف لاہور۔
قیمت:	درج نہیں۔

یوں تو ہر دور میں اصلاح معاشرہ کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کیونکہ خیر و شر کی آویزش ازل سے جاری ہے لیکن شر جس طرح خیر پر اس دور میں غالب آرہا ہے اس کی نظیر اسلامی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ موجودہ معاشرہ اپنے حقوق سے نا آشنا اور فرائض سے غافل ہے۔ والدین کا احترام دلوں سے اٹھ چکا ہے۔ عزیز و اقرباء کے معاملہ میں خون سفید ہو چکا ہے۔ پڑوسیوں، پیاروں اور مہمانوں کے سلسلہ میں بے پرواہی اور تنگ دلی کا مظاہرہ عام ہے۔ سچائی، دیانت داری، رجا و ہمدردی کے جذبات و احساسات مفقود ہو چکے ہیں۔ عدل و انصاف، حق گوئی اور استقامت کی صفات سے پورا معاشرہ عاری نظر آتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں اخلاقی برائیاں عام ہیں۔ ظلم و ستم کا دور دورہ ہے۔ فریب، دھوکہ بازی، رشوت، جوا، شراب نوشی، اغوا اور ناجیسے کبار کھلم کھلا سرزد ہو رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں آج نہ صرف یہ کہ کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے بلکہ ایمان کی متاع عزیز بھی لٹی جارہی ہے۔ پورے کا پورا معاشرہ تباہی و ذلت کے گڑھے میں گر چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح محض اور محض اسلام کے ضابطہ حیات ہی میں ہے۔ اسلام سے ہٹ کر بس فساد ہی فساد ہے۔ ہماری ذلت و نکبت وار ہمارے زوال کا باعث بھی بس یہی ہے کہ ہم نے اسلام سے منہ موڑ لیا ہے اور ملحدانہ تہذیب و معاشرت اور سیاست و معیشت میں کھوئے جا رہے ہیں۔ اسی پس منظر میں جناب عبد الغفار اثر ایم۔ اے نے اصلاح معاشرہ کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اس کتاب میں موجودہ معاشرہ کی برائیوں کی نشاندہی کر کے اس کا علاج اسلام کی روشنی میں بتایا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس امر کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کیا تھے اور آج کیا ہو گئے ہیں۔

مصنف کا انداز بیان نہایت پر شکوہ ہے۔ بعض جگہوں پر الفاظ کا شکوہ کھلتا بھی ہے کیونکہ قاری کا ذہن خیالات کی بجائے الفاظ میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ بعض مقامات پر خطابت کا لہجہ اور الفاظ و خیالات کی تکرار بھی اثر پذیری میں حائل ہوتی ہے۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ محکمہ اوقاف اس اہم کتاب کے لئے کسی اچھے کتاب کی خدمات حاصل کرنے میں قاصر رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ